جلد ——— 54
شمارہ نمبر– E-04

اپریل
2021

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

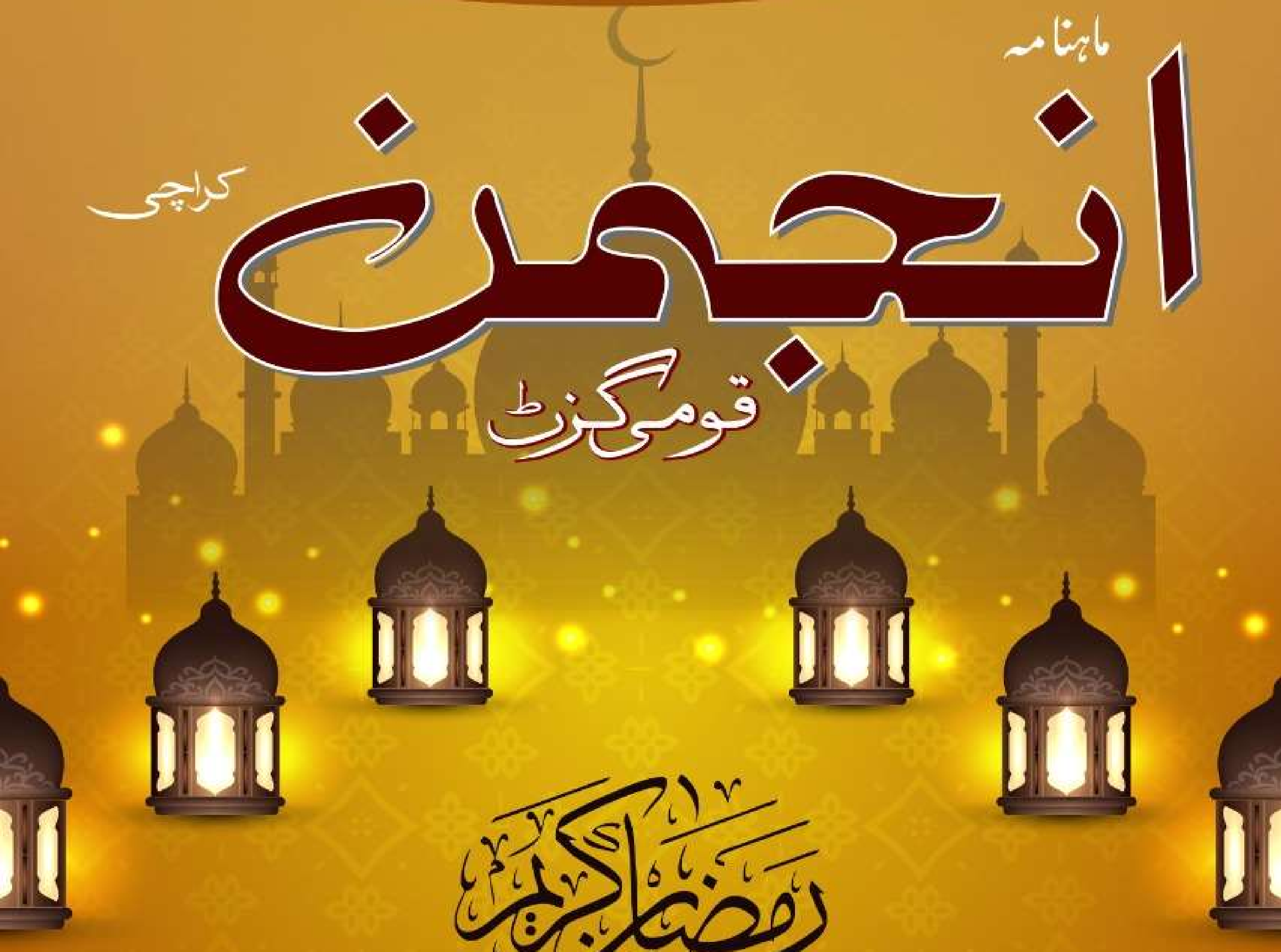

رمضان کریم

شہرُ رمضانَ الذی اُنزِلَ فیہِ القراٰن
ھُدیً لِلنّاسِ وَبیّنٰتٍ مِن الھُدیٰ وَالفرقان

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ

محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر

محمد عارف

مدیر و ناظم

عبید الرحمٰن

ناشر

محمد شعیب شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ

انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد

نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:

انجمن پنجابی سوداگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوٹی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی

Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113

Email: apsquamigazette@gmail.com

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

صفحہ نمبر	حوالہ	عنوان	نمبر شمار
۸	ذرائع ابلاغ	آیۃ الکرسی کی فضیلت	۱
۱۴	ذرائع ابلاغ	روشن خیالات	۲
۱۵	ذرائع ابلاغ	اور تعجب ہے مجھے	۳
۱۷	ڈاکٹر قدیر خان	نظم "دعا میرے پاکستان کے لیے"	۴
۱۹	ابو جندل قاسمی	ماہِ رمضان المبارک تقویٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ	۵
۲۵	احمد فراز	غزل	۶
۲۶	آفتاب احمد	بول کے لب آزاد ہیں تیرے	۷
۳۰	ذرائع ابلاغ	امام ابو عیسیٰ محمد ترمذی	۸
۳۵	ذرائع ابلاغ	ایک سبق ایک درس	۹
۳۷	ذرائع ابلاغ	نظم	۱۰
۳۹	ایکسپریس نیوز	دلچسپ اور عجیب	۱۱
۴۰	شازیہ طاہر	مغرب کی اندھی تقلید	۱۲
۴۲	ذرائع ابلاغ	ننھا سپہ سالار	۱۳
۴۳	بلال شیخ	میری مرضی	۱۴
۴۵	ذرائع ابلاغ	غلامی	۱۵
۴۷	عشرت جہاں	کہانی "مزاح بخیر"	۱۶
۴۹	راحیلہ مغل	کہانی "کرونا وائرس کی ایک دوسری لہر"	۱۷
۵۱	خرم سہیل	اہل قلم	۱۸
۵۴	ذرائع ابلاغ	رمضان کی کچھ خاص تیاریاں	۱۹
۵۶	سید خرم ریاض	"ب" سے بچ کے رہیے	۲۰
۵۸	عائشہ ذوالفقار	طبِ نبوی ﷺ	۲۱
۵۹	ڈان نیوز	گردوں کی پتھری کا علاج	۲۲

صفحہ نمبر	حوالہ	عنوان	نمبر شمار
۶۳	علامہ اقبال	نظم "جبریل اور ابلیس"	۲۳
۶۴	شہزادی	جورو کا غلام	۲۴
۶۶	فائزہ شاہ	احتیاط لازم ہے	۲۵
۶۸	غلام نبی کشافی	دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں	۲۶
۷۰	شکیل صدیقی	کہانی "ایک حکایت ایک حقیقت"	۲۷
۷۲	ذرائع ابلاغ	نظم "میں کیا جانوں"	۲۸
۷۳	ذرائع ابلاغ	ایک ماں کا پیغام	۲۹
۷۹	ذرائع ابلاغ	ایک وقت تھا	۳۰
۸۱	ذرائع ابلاغ	صدیوں پرانے پانچ محلات	۳۱
۸۳	شازیہ فردوس	کہانی "بات سے بات"	۳۲
۸۷	مفتی محمد وقاص رفیع	بیوہ عورتوں کے حقوق	۳۳
۹۰	ذرائع ابلاغ	تہہ در تہہ	۳۴
۹۲	ذرائع ابلاغ	علم دریچے	۳۵
۹۴	اسماعیل احمد	ایک مسجد کی آپ بیتی	۳۶
۹۶	ذرائع ابلاغ	ہنسی گھر	۳۷
۹۷	ذرائع ابلاغ	بوجھو تو جانیں	۳۸
۹۸	ذرائع ابلاغ	گھریلو ٹوٹکے	۳۹
۱۰۰	ذرائع ابلاغ	کھانا خزانہ	۴۰
۱۰۲	ذرائع ابلاغ	بیت بازی	۴۱
۱۰۴	ذرائع ابلاغ	مسنون اذکار	۴۲

عہدیداران وارا کین مجلس منتظمہ

۲۰۲۰

انجمن پنجابی سوداگران

اسمائے گرامی

۱	جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب	صدر
۲	جناب منصور الٰہی شمسی صاحب	نائب صدر
۳	جناب محمد شعیب شمسی صاحب	جنرل سیکریٹری
۴	جناب محمد اسماعیل بزاز صاحب	جوائنٹ سیکریٹری
۵	جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب	خازن
۶	جناب عبدالمالک شیخ صاحب	نائب خازن
۷	جناب محمد سعود الٰہی صاحب	ناظم جائیداد سب کمیٹی
۸	جناب رئیس احمد صاحب	ناظم وصولی زکوۃ سب کمیٹی
۹	جناب صبور احمد صاحب	ناظم یوتھ ونگ سب کمیٹی
۱۰	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	ناظم تقسیم زکوۃ سب کمیٹی
۱۱	جناب عبید الرحمن صاحب	ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی
۱۲	جناب محمد جمیل راجہ صاحب	ناظم تقریبات سب کمیٹی
۱۳	جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب	ناظم ممبر سازی سب کمیٹی
۱۴	جناب فرحان اقبال صاحب	ممبر
۱۵	جناب محمد عارف صاحب	ممبر
۱۶	جناب کامران متین بٹلہ صاحب	ممبر
۱۷	جناب فیصل زاہد صاحب	ممبر
۱۸	جناب ذیشان منظور صاحب	ممبر
۱۹	جناب ارشد عالم صاحب	ممبر
۲۰	جناب خالد متین صاحب	ممبر
۲۱	جناب شاہد انور شمسی صاحب	ممبر

ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)
☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب
☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب
☆جناب شمیم صدیقی صاحب
☆ محترمہ آرزو دلیل صاحبہ
☆جناب عمران شمیم صاحب
☆جناب عادل نعمان صاحب
☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب
☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب
☆جناب انصار فرید الدین صاحب
☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب
☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے
☆جناب خالد متین صاحب
☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب
☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب
☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب
☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب
☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب
☆جناب حارث اقبال صاحب
☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے
☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے
☆جناب جمیل راجہ صاحب
☆جناب فخر احمد شمسی صاحب
☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے
☆جناب پرویز منظور صاحب
☆جناب جمیل اقبال صاحب
☆جناب شاہد اقبال صاحب
☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب
☆جناب اسلم کٹھوریہ صاحب
☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب
☆جناب شعیب شمسی صاحب
☆جناب محمد اسماعیل صاحب
☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

زکوۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز واقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں اہتمام لیں۔۔۔ اپنوں کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔ یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اسکی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت وحسب توفیق سرگرم عمل ہے

بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا

لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین وحضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔
ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض وقرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست وبازو بن کر شفاف طریقے سے اپنوں کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔
ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوۃ وعطیات کی ترسیل کے لئے۔

اکاؤنٹ بنام

Acc. Title

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran

فیصل بینک

اکاؤنٹ نمبر:	127-2004054-001	برائے زکوۃ
اکاؤنٹ نمبر:	127-2000458-001	برائے عطیات

میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر:	0130-0100026365	برائے زکوۃ وعطیات

رابطہ:

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور ابراہیم اسٹیٹ بلڈنگ مین شاہراہ فیصل نزد ڈیوٹی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

آیۃ الکرسی کی فضیلت

تعارف:

یہ آیت ’’آیت الکرسی‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔ حدیث میں اس کو قرآن کی سب سے افضل آیت قرار دیا گیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مکمل معرفت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ اس میں اللہ کی کرسی کا ذکر ہے اسی نسبت سے مشہور ہے۔ "کرس" کے معنی عربی لغت میں کسی چیز کی جمی جمائی تہ کے ہیں۔ اس سے کرسی کا لفظ بنا جو بیٹھنے کی جگہ یا چیز مثلاً تخت وغیرہ کے لیے استعمال ہوا۔ بیٹھنے کی جگہ یا چیز جب کہ وہ کسی صاحبِ اقتدار کے لیے خاص ہو اس کے اقتدار کا مرکز ہوتی ہے۔ اس وجہ سے کرسی کا لفظ اقتدار کی تعبیر کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کے معنی ہوئے کہ اس کا اقتدار آسمانوں اور زمین کے تمام اطراف واکناف پر حاوی ہے۔ کوئی گوشہ اور کونہ بھی اس کے دائرہ اقتدار سے الگ نہیں ہے۔ (تدبر قرآن)

خدا کے تصور کے بارے میں انسانوں کے عقائد و نظریات خواہ کتنے ہی مختلف ہوں لیکن جن سچی حقائق کی بنیاد پر زمین و آسمان کا نظام قائم ہے وہ یہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ انسانوں کی غلط فہمیوں سے اس حقیقت میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں آتا۔

آیت کا مفہوم:

یہ توحید الٰہی کی ایک عظیم آیت ہے سب سے پہلے فرمایا کہ اللہ ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد ان صفات کا اثبات کیا جو اللہ کی الوہیت کا لازمی تقاضا ہیں اور جن کے نہ ماننے سے اس کی الوہیت کی نفی ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی ان باتوں سے اس کو بری قرار دیا جن کے ماننے سے اس کی الوہیت مشکوک ہو جاتی ہے۔

جن صفات کا اثبات کیا ہے ان میں سب سے پہلے اس کے حی و قیوم ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حَیّ کے معنی زندگی کے ہیں اور قیوم کے معنی ہیں وہ ذات جو خود اپنے بل پر قائم اور سب کو قائم رکھنے والی اور سب کو سنبھالنے والی ہو۔ ظاہر ہے کہ جو خود زندہ نہ ہو وہ تمام دنیا جہان کے لیے زندگی بخش کس طرح ہو سکتا ہے اور جو خود اپنی ذات سے قائم نہ ہو وہ آسمان و زمین کو قائم رکھنے والا کس طرح ہو سکتا ہے اور جو ذات ان صفات سے عاری ہو اس کو خدا ماننے کے کیا معنی؟ اور جب خدا ان صفات سے متصف ہے اور لازماً اس کو ان صفات سے متصف ہونا چاہئے بھی تو پھر کسی کو اس کا شریک و سہیم ماننا ایک بالکل بے جوڑ سی بات ہے۔ اس طرح قرآن نے ان تمام معبودوں کی نفی کر دی

★

جو نہ زندہ ہیں، نہ زندگی کا سرچشمہ اور نہ خود قائم ہیں اور نہ دوسروں کے قائم رکھنے والے بلکہ خود اپنی زندگی اور اپنے قیام وبقا کے ایک حیّ و قیوم کے محتاج ہیں ۔

اس کے بعد فرمایا کہ نہ اس کو اونگھ لاحق ہوتی نہ نیند۔ یہ نیند کی ابتدا اور اس کی انتہا دونوں سے اس کو بری قرار دیا گیا ہے اور یہ اس کے حیّ و قیوم ہونے کا لازمی تقاضا ہے۔ نیند، موت کے ظلال و آثار اور اس کے مظاہر و مبادیات میں سے ہے اس وجہ سے یہ خدا کی شان کے منافی ہے۔ پھر یہ اس کے قیوم ہونے کے بھی منافی ہے، جو خود نیند سے مغلوب ہو کر اپنے کو قائم نہ رکھ سکے گا وہ دنیا کو کیا قائم رکھے گا اور جب وہ ہر لمحہ خود بیدار ہے اور اپنی دنیا کی نگرانی کر رہا ہے تو پھر یہ کیوں فرض کیا جائے کہ وہ اس دنیا کے انتظام وانصرام میں کسی اور کا بھی محتاج ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور اسی کے اختیار میں ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے قرآن کے مخاطبوں میں سے نہ کسی کو انکار تھا اور نہ کسی کے لیے اس سے انکار کی گنجائش تھی، اس لیے کہ اس سے انکار کے معنی خدا کی خدائی کے انکار کے تھے۔ چنانچہ اس مسلمہ حقیقت سے شفاعت کے اس عقیدے کے باطل ہونے کی طرف رہنمائی فرمائی جس میں عرب کے مشرکین اور اہل کتاب سب کسی نہ کسی نوعیت سے مبتلا تھے۔

پھر فرمایا کہ **مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ** یعنی جب سب کے سب خدا ہی کے مملوک و محکوم اور اسی کے تابعدار و محکوم ہیں تو کس کی مجال ہے کہ خدا کی اجازت کے بغیر اس کے حضور میں کسی کی سفارش کے لیے زبان کھول سکے۔ اس ارشاد نے شفاعت کے اس تصور کا بالکل خاتمہ کر دیا جس کی بنیاد اس خیال پر تھی کہ بعض شرکا کو خدا کے ہاں اعتماد اور تدلل کا یہ درجہ حاصل ہے کہ وہ کسی کے لیے خود بڑھ کر خدا سے سفارش کر سکتے ہیں اور خدا ان کی نازبرداری میں لازماً ان کی سفارش قبول بھی فرمائے گا۔ فرمایا کہ نہ خدا کے ہاں کسی کا یہ درجہ ہے اور نہ کوئی اس کے دربار میں اس کی اجازت کے بغیر زبان کھولنے کی جرات کر سکے گا۔ اسی حقیقت کو دوسری جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ (٢٦) لا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (٢٧)

اور مشرکین کہتے ہیں کہ خدا کے اولاد ہے، اللہ ان چیزوں سے پاک وبرتر ہے فرشتے خدا کی اولاد نہیں بلکہ اس کے باعزت بندے ہیں، وہ اس کے آگے بات کرنے میں سبقت نہیں کرتے وہ بس اس کے حکم ہی کی تعمیل کرتے ہیں ۔

پھر فرمایا کہ:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ

یعنی خدا کے سامنے کسی کے بارے میں زبان کھولنے کی جسارت تو وہ کرے جو خدا کی معلومات میں کچھ اضافہ کر سکتا ہو اور یہ کہنے کی پوزیشن میں ہو کہ فلاں کے بارے میں نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو پوری آگاہی نہیں ہے، اسے ہے۔ لیکن یہ حیثیت کس کی ہے؟ اللہ تعالیٰ سب کے آگے اور پیچھے اور اس کے ماضی و مستقبل ہر چیز سے باخبر ہے۔ برعکس اس کے دوسرے کسی کا بھی یہ درجہ و مرتبہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے کسی حصے کا بھی احاطہ کر سکے۔ دوسروں کے لیے اس کے علم میں سے بس اتنا ہی ہے جتنا وہ از خود اپنے بندوں میں سے کسی پر کھول دے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی یہ وسعت اور دوسروں کے علم کی یہ محدودیت مشرکین کے تصورِ شفاعت کا بالکل خاتمہ ★

کر دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن نے شفاعت کی تردید کرتے ہوئے اکثر مقامات میں علم الٰہی کی اس وسعت اور دوسروں کے علم کی محدودیت کا حوالہ دیا ہے مثلاً اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر ان کے لیے جن کے لیے اللہ پسند فرمائے اور وہ اس کی خشیت سے ڈرتے ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ لا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلا (١٠٩) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (١١٠)

اور اس دن کسی کو کسی کی شفاعت کچھ نفع نہ پہنچائے گی مگر جس کے لیے خدائے رحمان اجازت دے اور اس کے لیے کوئی بات کہنے کو پسند کرے، وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے پیچھے اور ان کے آگے ہے اور ان کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

شفاعت کا یہ تصور بنیادی طور پر غلط ہے اس لیے کہ یہ بندے کا اعتماد خدا کے بجائے بندے پر جماتی ہے اور اس طرح یہ شرک کی راہ کھولتی ہے۔ اس کے بجائے قرآن نے شفاعت کا یہ تصور دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں سے جس کو چاہے گا اور جس کے لیے چاہے گا شفاعت کی اجازت دے گا اور وہ خدا سے ڈرتے ہوئے وہی بات زبان سے نکالے گا جو بالکل حق ہو گی۔ یہ شفاعت چونکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہو گی نیز اسی کے لیے ہو گی جس کے لیے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے، اور یہ نہ تو کسی حق کو باطل بنائے گی اور نہ کسی باطل کو حق بلکہ ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق ہو گی اس وجہ سے یہ بندے کا اعتماد خدا پر جمانے والی اور توحید کے تقاضوں کے مطابق ہے چنانچہ اس شفاعت کے لیے اس نے گنجائش رکھی ہے اور اس سے وہ اپنے ان بندوں کو نوازے گا جن کو چاہے گا۔

جس طرح شفاعت میں یہ استثنا ہے اسی طرح علم کے باب میں بھی یہ استثنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم میں سے جتنا کسی بندے کے لیے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ یعنی خدا کے تمام علم کا احاطہ کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے۔ اس کے نبیوں، رسولوں اور اس کے فرشتوں کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ صرف اتنا ہی ہوتا ہے جتنا وہ کسی کو بخشتا ہے۔

آگے ارشاد ہوا:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا

یعنی اس کا اقتدار آسمانوں اور زمین کے ہر گوشے اور کونے پر حاوی ہے۔ یہ صورت نہیں ہے کہ اس کی وسیع مملکت کے بعض دور دراز گوشے ایسے ہوں جہاں اس کو اپنا اقتدار پوری طرح جمانے میں کامیابی نہ ہو رہی ہو اور وہ ان میں اقتدار جمانے کے لیے دوسرے معبودوں کو اپنا شریکِ اقتدار بنانے پر مجبور ہو۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں ہے جو اپنی سلطنت کو سنبھالے رکھنے کے لیے نائبوں اور مددگاروں کے محتاج ہوتے ہیں، ان کے بغیر ان کے لیے حکومت کا انتظام دشوار ہو جاتا ہے بلکہ وہ غیر محدود علم، غیر محدود قدرت اور غیر محدود قوتِ تصرف کا مالک ہے اس لیے جس طرح ہم اپنے مکان کے صحن کی دیکھ بھال کر لیتے ہیں اس سے ہزاروں لاکھوں درجہ سہولت کے ساتھ وہ اپنی اس آسمان و زمین پر حاوی مملکت کا انتظام فرماتا ہے اور ذرا بھی اس کا بوجھ محسوس نہیں کرتا کہ وہ کسی کی طرف سے ہاتھ بٹانے کا محتاج ہو۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ "علی" اور "عظیم" یعنی اس کی ہستی بڑی ہی بلند اور بڑی ہی عظیم ہے۔

★

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے علم، اس کی قدرت اور اس کی وسعت کو ہم اپنے محدود پیمانوں سے نہیں ناپ سکتے، یہیں سے اس کے بارے میں گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں اور شرک کی راہیں کھلتی ہیں۔ اپنی صفات کے باب میں جو کچھ وہ خود بتاتا ہے اس پر ایمان لانا چاہیے اور ظن وقیاس اور تشبیہ وتمثیل کی خیال آرائیوں سے بچنا چاہیے۔ یہ ہے اس آیت کے مضامین کا خلاصہ ۔

اب آیئے! کچھ ان گمراہ کن خیالات اور عقائد کا بھی جائزہ لیں جن میں انسان مبتلا رہے ہیں اور اب بھی ہیں ۔

مشرکانہ عقیدہ: عرب کے قدیم جاہلی مذاہب بھی خدا کے وجود کے قائل تھے، البتہ وہ اس معبود اعظم (ہندوؤں کی اصطلاح میں ایشور) کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے معبودوں اور دیوتاؤں کے بھی قائل رہے ہیں۔ یہ صرف اسلام ہی کا تصور خدا ہے کہ اس ایک خدا کے سوا کسی اور خدا کا سرے سے وجود ہی نہیں، یہ نہیں کہ وہ تو معبود اعظم ہے باقی چھوٹے چھوٹے معبود اور بھی موجود ہیں۔

خدا کی موت وحیات، نیند، اونگ اور تھکان کا تصور: بحر روم کے ساحل پر متعدد قومیں اس عقیدہ کی گزری ہیں کہ ہر سال فلاں تاریخ پر ان کا خدا وفات پا جاتا ہے۔ اور دوسرے دن از سر نو وجود میں آجاتا ہے۔ چنانچہ ہر سال اس تاریخ کو خدا یا بعل کا پتلا بنا کر جلایا جاتا تھا اور دوسری صبح اس کے جنم کی خوشی میں رنگ رلیاں شروع ہو جاتی تھیں۔ ہندوؤں کے ہاں اور تاروں کا مرنا اور پھر جنم لینا اسی عقیدہ کی مثالیں ہیں، اور خود مسیحیوں کا بھی عقیدہ اس سے ملتا جلتا ہے کہ خدا پہلے تو انسانی شکل اختیار کر کے دنیا میں آتا ہے اور پھر صلیب پر جا کر موت قبول کر لیتا ہے۔ مسیحیوں نے جس طرح اللہ تعالی کی صفت حیات کے باب میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اسی طرح صفت قیومیت سے متعلق بھی عجیب گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح بیٹا بغیر باپ کی شرکت وآمیزش کے خدا نہیں اسی طرح باپ پر بھی بغیر بیٹے کو شریک کیے خدا کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ گویا جس طرح نعوذ باللہ مسیح ابن اللہ خدا کے محتاج ہیں اسی طرح خدا بھی اپنی خدائی کے اثبات کے لیے مسیح کا محتاج ہے۔ صفت قیومیت کا اثبات کر کے قرآن نے اسی مسیحی عقیدہ پر ضرب لگائی ہے۔ قیوم وہ ہے جو نہ صرف اپنی ذات سے قائم ہے بلکہ دوسروں کے بھی قیام کا سبب وباعث ہے اور سب کو سنبھالے ہوئے ہے، اس کے سب محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔

جاہلی مذہبوں کے دیوتا نیند سے جھوم بھی جاتے ہیں اور سونے بھی لگتے ہیں اور اسی غفلت کی حالت میں ان سے طرح طرح کی فروگزاشتیں ہو جاتی ہیں۔ مسیحیوں اور یہود کا بھی عقیدہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب چھ روز میں آسمانوں اور زمین کو بنا ڈالا تو ساتویں دن اسے ستانے اور آرام لینے کی ضرورت پڑ گئی، جبکہ اسلام کا خدا دائم، بیدار، ہمہ خبر دار، غفلت، سستی اور تھکن سب سے ماوراء خدا ہے۔

خدا کے حضور شفاعت کا تصور: مسیحؑ کی شفاعت کبری مسیحیوں کا ایک خصوصی عقیدہ ہے۔ مسیح کے لیے ان کے ہاں بالا استقلال شفاعت ہی ثابت نہیں، بلکہ تخلیق کائنات بھی خدا نے (نعوذ باللہ) اپنے اسی فرزند کے واسطہ سے کیا ہے۔ قرآن مجید مسیحیوں سے خطاب کے وقت ان کے مخصوص مرکزی عقائد کفارہ وشفاعت وغیرہ پر برابر ضرب لگاتا جاتا ہے۔ (آیت) ''باذنہ'' یہ تصریح بھی بہت ضروری تھی، مسیحیوں نے جہاں نجات کا دارومدار شفاعت پر رکھا ہے وہاں کے برعکس بعض مشرک قوموں نے خدا کو قانون مکافات (ہندی میں کرم) کے ضابطوں سے ایسا جکڑا ہوا سمجھ لیا ہے کہ اس کے لیے معافی کی اور اس کے ہاں شفاعت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے۔

اسلام نے توسط واعتدال کی شاہراہ اختیار کر کے بتایا کہ نجات کا مدار ہرگز کسی کی شفاعت پر نہیں، البتہ خدا نے اس کی گنجائش رکھی ہے اور اپنی اجازت کے بعد مقبول بندوں کو دوسروں کی شفاعت کا (جو در حقیقت دعا ہی کی ایک صورت ہے) موقع دے گا اور ان کی دعائیں قبول کرے گا اور مقبولین کے سب سے بڑے رئیس و سردار ہمارے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں ۔

خدائی علم سے شناسائی کا تصور: حاضر وغائب محسوس ومعقول مدرک وغیر مدرک سب کا علم اسے پورا پورا حاصل ہے۔ حق تعالیٰ کی صفت علم بھی کامل ہے، سعی وسفارش کا ایک موقع دنیا میں یہ بھی ہوتا ہے کہ جس حاکم یا مالک کے سامنے مقدمہ در پیش ہو اس کا علم محیط وکامل نہیں ہوتا اس لیے خارجی ذرائع سے اس کے معلومات میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جبکہ اللہ کا علم خود ہر خفی وجلی پر حاوی ہے۔ اس کے علم پر کسی کے اضافہ کرنے اس کے آگے کسی کی خوبیاں بتلانے، اسے کسی نامعلوم شے پر آگاہ کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

بڑے سے بڑے صاحب علم ومعرفت کے بھی بس میں یہ نہیں کہ معلومات الٰہی میں سے کسی ایک ہی چیز کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہو جائے، محدود ولامحدود کے علم کا مقابلہ ہی کیا۔ بڑے سے بڑا عالم وعارف بھی ہو، بہر حال اس کا علم محدود ہوتا ہے اور عین مشیت الٰہی کے ماتحت ہے ۔

اقتدار الٰہی کا تصور: اس کی کرسی علم وقدرت تو خود سارے کائنات پر محیط ہے اس کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے تو آسمان پر، عرش پر، کسی وسیع سے وسیع چیز کے بھی اندر کیسے سما سکتا ہے؟ وہ سب کو گھیرے ہوئے ہے، اسے کون گھیر سکتا ہے۔ اس صفت کے اثبات سے ان مشرکوں کے بھی عقیدہ کی تردید ہو گئی جو خدائے تعالیٰ کے مجسم ہونے اور کسی مکان میں اس کے محدود ومقید ہونے کے قائل ہیں۔

کرسی سے مراد علم الٰہی لی گئی ہے۔ ابن عباس (رض) صحابی سے یہی معنی منقول ہیں، اور متعدد اہل تفسیر نے اس کی پیروی کی ہے۔ کرسیہ ای العلم (ابن جریر۔ عن ابن عباس (رض) قیل مجاز عن العلم (روح) الکرسی ھو العلم (کبیر) اے علمہ ومنہ الکراسۃ لتضمنھا العلم (مدارک) اے وسع علمہ وسمی العلم کرسیا تسمیۃ بمکان الذی بہ کرسی العالم (کشاف (

کرسی کے عام متعارف معنی وہی ہیں جو اردو ہی میں چلے ہوئے ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ کے سلسلہ میں کہیں وہ معنی تھوڑے ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ بھی کوئی جسم رکھتا ہے جو وہ اس عام معنی کرسی نشین ہو گا۔ ولا کرسی فی الحقیقۃ ولا قاعد (بیضاوی) کرسی کے اصلی معنی علم ہی کے ہیں اور کراسۃ جو علمی صحیفوں کے آتا ہے وہ اسی اصل سے ماخوذ ہے اور اہل لغت نے کرسی کے جہاں ایک معنی سریر کے کیے ہیں، وہاں دوسرے معنی علم کے کیے ہیں۔ الکرسی السریر والعلم (قاموس) اصل الکرسی العلم ومنہ قیل للصحیفۃ یکون فیھا علم مکتوب کراسۃ (ابن جریر) کرسی کے دوسری معنی قدرت وحکومت کے بھی ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی بہتیرے اہل لغت واہل تفسیر اسی طرف گئے ہیں۔ الکرسی السریر (قاموس) وقیل کرسیۃ ملکہ (راغب) المراد من الکرسی السلطان والقدرۃ والملک (کبیر) قیل کرسیہ ملکہ وسلطانہ والعرب تسمی الملک القدیم کرسیا (معالم) قال قوم کرسیہ قدرتہ التی یمسک السموت والارض (کشاف) ای وسع ملکہ تسمیۃ بمکانہ الذی ھو کرسی الملک (کشاف) غرض یہ کہ اس کی کرسی علم ہو یا کرسی حکومت وہ جمیع کائنات کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بڑی چھوٹی، لطیف کثیف، جلی خفی، ہر چیز اس پر عیاں ورشن ہے ۔

★

مشرک قوموں نے یہ فرض کرلیا ہے کہ اتنے وسیع اور لق ودق سلسلہ موجودات کی نگرانی تنہا خدا کہاں تک کر سکتا ہے۔ اس لیے نعوذ باللہ وہ کبھی غافل بھی ہوجاتا ہے اور یہ کاروبار سنبھالنے کے لیے اسے ضرورت شریکوں اور مددگاروں کی بھی پڑ گئی ہے۔ خود یہود اور مسیحیوں کا عقیدہ خدا کے ستانے اور آرام لینے کے باب میں بھی اسی تخیل کی طرف مشیر ہے۔

علو الٰہی و عظمت الٰہی کا تصور: علی اور عظیم دو صفتوں کا لانا معنی سے خالی نہیں ایک طرف ہر نقص سے ماورا اور ہر عیب سے بالاتر۔ دوسری طرف تمام صفات کمال کا جامع۔۔ علو کا حاصل ہے تمام صفات نقص کی نفی، سارے عوارض حدوث سے برتری اور عظمت کا حاصل ہے تمام صفات کمال کا اثبات اور ایسی ذات کا اثبات، نہ جس کے مرتبہ کی انتہا ہو اور نہ جس کی حقیقت دریافت ہو سکے۔ گویا ان دو صفات کے اندر عظمت و کمال کے سلبی و ایجابی پہلو سارے کے سارے آ گئے۔ اور ہر اس ضلالت کی تردید ہو گئی جو شرک فی الصفات سے پیدا ہو سکتی ہے۔

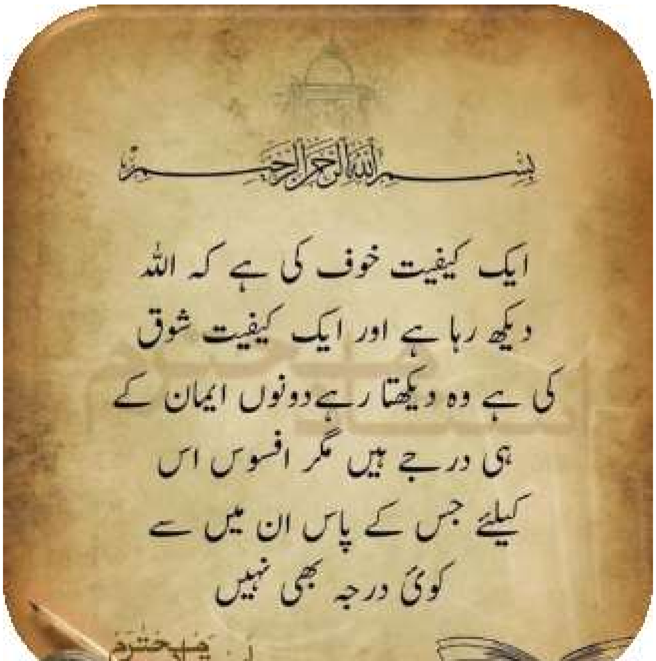

روشن خیالات

حضور ﷺ نے فرمایا

"قیامت کے دن میزان میں کوئی بھی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہو گی۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"اتنے خشک نہ بنو کہ توڑ دیئے جاؤ، اور اتنا نرم مت بنو کہ نچوڑ دیئے جاؤ۔"

اشفاق احمد

"زندگی آخر رلا ہی دیتی ہے پھر چاہے ہم اپنے ماں باپ کے کتنے ہی لاڈلے کیوں نہ ہوں۔"

علامہ اقبال

"یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سب ہی کچھ ہو بتاؤ بھی تو مسلمان بھی ہو

مولانا رومی

"یاد رکھیں مقدس اور پاک مقام میں داخل ہونے کا راستہ آپ کے اندر ہے۔"

شیخ سعدی

"اقوال عقلمندوں کے لیے ہیں نادانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا

افلاطون

"قانون وہ جالا ہے جس میں کیڑے مکوڑے تو پھنستے ہیں مگر بڑے جانور اس کو پھاڑ کر نکل جاتے ہیں۔"

اور تعجب ہے مجھے۔۔۔۔۔

زندگی کے چار اہم ترین موقعوں پر کام آنے والے چار اہم آسمانی وظائف

سخت تعجب ہے، چار طرح کے ان لوگوں پر کہ تالے کی چابی ان کے پاس دھری ہے، مگر وہ اس تالہ کھلنے کے انتظار میں اذیتیں برداشت کر رہے ہیں۔

تعجب ہے:

اس شخص پر جس پر "غم" کی آزمائش آن پڑی مگر وہ ازالہ غم کی اس اکسیر آیت سے غافل

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

"اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے نے شک میں ہی قصوروار ہوں"

اسے علم نہیں کہ اس قرآنی دعا کا ارشِ بریں سے کیا جواب دیا گیا؟

فرمایا:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ‌ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ‌ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

"تو ہم نے اس کی فریاد سن لی اور اسے غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں"

تعجب ہے

اس مریض پر جو "بیماری" میں مبتلا تو ہو، مگر وہ اس دعائے شفاء سے غفلت برت رہا ہے

رب أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

"اے میرے رب! بے شک مجھے سخت تکلیف آ پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے"

کیا علم نہیں کہ اس دعا کی افادیت کے بارے میں رب نے قرآن میں کیا فرمایا؟

فرمایا:

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرِّ

"تو ہم نے اس کی سن لی اور اسے جو تکلیف تھی وہ دور کر دی"

★

تعجب ہے

اس پر جو "خوف" سے آزمایا گیا مگر وہ کیسے اس آیت سے غفلت کرتا ہے

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

"ہر خوف وہیبت سے اللہ ہی ہمیں کافی ہے۔"

اور بھلا اس سے بھی بہتر کوئی کارساز ہو سکتا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پر اللہ نے کیا فرمایا؟

اللہ فرماتا ہے؛

فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ

"(نتیجہ یہ ہوا کہ) وہ اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ لوٹے، انہیں کوئی برائی نہ پہنچی"

تعجب ہے

اس پر جو "سازشوں" کا شکار ہوا مگر وہ کیسے اس دعا سے غفلت کرتا ہے:

وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ

"میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگراں ہے۔"

کیا تم نہیں جانتے کہ اس دعا پر اللہ نے کیا جواب دیا؟

اس پر اللہ نے فرمایا؛

فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا

"پس اللہ تعالیٰ نے اسے ان تمام برائیوں سے محفوظ رکھا، جو لوگوں نے اس کے لیے سوچ رکھی تھیں۔"

دعا میرے پاکستان کے لیے

سب خوش رہیں آباد رہیں
دل ان کے ہمیشہ شاد رہیں
کریں عزت سے گزر یہاں
ہر پل ہو قائم امن یہاں
ہوں پوری سب کی ضرورتیں
لوٹ آئیں سب کی مسکراہٹیں
حکمران ہو ایماندار یہاں
ہو قوم ذمے دار یہاں
جو قابل ہو اُسے پذیرائی ملے
ہر بے گناہ کو رہائی ملے
دل بھرے ہوں محبت کے ساتھ
نا ہو سلوک نفرت کے ساتھ
رہے قائم ہر دم پاکستان
ہے اختتام اس دعا کے ساتھ

کراچی

رمضان 1442ھ مطابق اپریل ۔ مئی 2021ء

رمضان	تاریخ	انتہائے سحر	اذان فجر	وقتِ افطار
1	بدھ 14 اپریل	4:52	5:06	6:56
2	جمعرات 15 اپریل	4:51	5:05	6:57
3	جمعہ 16 اپریل	4:50	5:04	6:57
4	ہفتہ 17 اپریل	4:49	5:03	6:58
5	اتوار 18 اپریل	4:48	5:02	6:58
6	پیر 19 اپریل	4:46	5:01	6:59
7	منگل 20 اپریل	4:45	5:00	6:59
8	بدھ 21 اپریل	4:44	4:59	7:00
9	جمعرات 22 اپریل	4:43	4:58	7:00
10	جمعہ 23 اپریل	4:42	4:57	7:01
11	ہفتہ 24 اپریل	4:41	4:56	7:01
12	اتوار 25 اپریل	4:40	4:55	7:01
13	پیر 26 اپریل	4:39	4:54	7:02
14	منگل 27 اپریل	4:38	4:53	7:02
15	بدھ 28 اپریل	4:37	4:52	7:03
16	جمعرات 29 اپریل	4:36	4:51	7:03
17	جمعہ 30 اپریل	4:35	4:50	7:04
18	ہفتہ یکم مئی	4:34	4:49	7:04
19	اتوار 2 مئی	4:33	4:48	7:05
20	پیر 3 مئی	4:33	4:47	7:05
21	منگل 4 مئی	4:32	4:46	7:06
22	بدھ 5 مئی	4:31	4:46	7:06
23	جمعرات 6 مئی	4:30	4:45	7:07
24	جمعہ 7 مئی	4:29	4:44	7:07
25	ہفتہ 8 مئی	4:28	4:43	7:08
26	اتوار 9 مئی	4:27	4:42	7:08
27	پیر 10 مئی	4:27	4:42	7:09
28	منگل 11 مئی	4:26	4:41	7:09
29	بدھ 12 مئی	4:25	4:40	7:10
30	جمعرات 13 مئی	4:24	4:40	7:10

ماہِ رمضان المبارک تقویٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ

رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار و برکات کا سیلاب آتا ہے اور اس کی رحمتیں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں، مگر ہم لوگ اس مبارک مہینے کی قدر و منزلت سے واقف نہیں، کیونکہ ہماری ساری فکر اور جدوجہد ماڈیت اور دنیاوی کاروبار کے لیے ہے، اس مبارک مہینے کی قدر دانی وہ لوگ کرتے ہیں جن کی فکر آخرت کے لیے اور جن کا محور مابعد الموت ہو۔ آپ حضرات نے یہ حدیث شریف سنی ہو گی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وبَلِّغْنَا رَمَضَانَ، (شعب الایمان ۳/۳۷۵، تخصیص شہر رجب بالذکر)

ترجمہ: اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے ،یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجیے کہ ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے۔

آپ غور فرمائیں کہ رمضان المبارک آنے سے دو ماہ پہلے ہی رمضان کا انتظار اور اشتیاق ہو رہا ہے، اور اس کے حاصل ہونے کی دعا کی جارہی ہے، یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں رمضان کی صحیح قدر و قیمت ہو۔

رمضان کے معنی

"رمضان" عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں "جھلسا دینے والا" اس مہینے کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اسلام میں جب سب سے پہلے یہ مہینہ آیا تو سخت اور جھلسا دینے والی گرمی میں آیا تھا۔ لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ اس مہینے میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے روزے دار بندوں کے گناہوں کو جھلسا دیتے ہیں اور معاف فرما دیتے ہیں، اس لیے اس مہینے کو "رمضان" کہتے ہیں۔ (شرح ابی داوٗد للعینی ۵/۲۷۳)

رمضان رحمت کا خاص مہینہ:

اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک مہینہ اس لیے عطا فرمایا کہ گیارہ مہینے انسان دنیا کے دھندوں میں منہمک رہتا ہے جس کی وجہ سے دلوں میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے، روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں کمی واقع ہو جاتی ہے، تو رمضان المبارک میں آدمی اللہ کی عبادت کرکے اس کمی کو دور کر سکتا ہے، دلوں کی غفلت اور زنگ کو ختم کر سکتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرکے زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے، جس طرح کسی مشین کو کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد اس کی سروس اور صفائی کرانی پڑتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی صفائی اور سروس کے لیے یہ مبارک مہینہ مقرر فرمایا۔

روزے کا مقصد:

روزے کی ریاضت کا بھی خاص مقصد اور موضوع یہی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور ایمانی و روحانی تقاضوں کی تابعداری و فرماں برداری کا خوگر بنایا جائے اور اللہ کے احکام کے مقابلے میں نفس کی خواہشات اور پیٹ اور شہوتوں

کے تقاضوں کو دبانے کی عادت ڈالی جائے اور چوں کہ یہ چیز نبوت اور شریعت کے خاص مقاصد میں سے ہے اس لیے پہلی تمام شریعتوں میں بھی روزے کا حکم رہاہے، اگرچہ روزوں کی مدت اور بعض دوسرے تفصیلی احکام میں ان امتوں کے خاص حالات اور ضروریات کے لحاظ سے کچھ فرق بھی تھا، قرآنِ کریم میں اس امت کو روزے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیاہے:ی

ترجمہ:اے ایمان والو!تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے(روزوں کا یہ حکم تم کو اس لیے دیا گیا ہے)تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

کیوں کہ یہ بات یقینی ہے کہ نفس انسانی انسان کو گناہ، نافرمانی اور حیوانی تقاضوں میں اسی وقت مبتلا کرتا ہے جب کہ وہ سیر اور چھکا ہوا ہو، اس کے برخلاف اگر بھوکا ہو تو وہ مضمحل پڑا رہتاہے اور پھر اس کو معصیت کی نہیں سوجھتی، روزے کا مقصد یہی ہے کہ نفس کو بھوکا رکھ کر ماڈی و شہوانی تقاضوں کو بروئے کار لانے سے اس کو روکا جائے تاکہ گناہ پر اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سُست پڑ جائے اور یہی "تقویٰ" ہے۔

اس طرح بھی کہا جاسکتاہے کہ عالم بالا کی پاکیزہ مخلوق(فرشتے)نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ بیوی رکھتے ہیں، جبکہ روزہ(صبح صادق سے غروب آفتاب تک)انہی تین چیزوں(کھانا، پینا اور جماع)سے رکنے کا نام ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روزے کا حکم دے کر ارشاد فرمایاہے کہ اے میرے بندو!اگر تم ان تینوں چیزوں سے پرہیز کرکے ہماری پاکیزہ مخلوق کی مشابہت اختیار کروگے تو ہماری اس پاکیزہ مخلوق کی پاکیزہ صفت بھی تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی اور وہ صفت ہے

ترجمہ:وہ(فرشتے)خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتاہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتاہے اس کو فوراً بجالاتے ہیں۔(بیان القرآن)اور اسی کا حاصل "تقویٰ" ہے۔

تقریباًاسی بات کو اس حدیث شریف میں بھی فرمایا گیاہے جو ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے اور بدن کی صفائی ستھرائی کا ذریعہ "روزہ" ہے۔

بہرحال روزے کا مقصد تقویٰ ہے، اسی تقویٰ کے حصول کے لیے اس آخری امت پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کیے گئے اور روزے کا وقت طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک رکھا گیا اور یہ زمانہ اِس دور کے عام انسانوں کے حالات کے لحاظ سے ریاضت وتربیت کے مقصد کے لیے بالکل مناسب اور نہایت معتدل مدت اور وقت ہے۔ پھر اس کے لیے مہینہ وہ مقرر کیا گیا جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور جس میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی رات(شبِ قدر)ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور موزوں زمانہ ہوسکتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا جس کو "تراویح" کہا جاتاہے، جس کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں مزید اضافہ ہو جاتاہے اور ان دونوں عبادتوں کے احادیث شریفہ میں بہت زیادہ فضائل ارشاد فرمائے گئے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ:جو شخص ماہِ رمضان کے روزے رکھے بحالت ایمان اور بامید ثواب تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جو شخص ماہِ رمضان میں کھڑا ہو یعنی نوافل(تراویح وتہجد وغیرہ)پڑھے بحالت ایمان اور بامید ثواب اس کے بھی گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

★

تقویٰ کے حصول میں معاون چیزیں:

لیکن صرف روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کی حد تک بات ختم نہیں ہوتی بلکہ اس ماہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ غفلت کے پردوں کو دل سے دور کیا جائے، اصل مقصدِ تخلیق کی طرف رجوع کیا جائے، گزشتہ گیارہ مہینوں میں جو گناہ ہوئے ان کو معاف کرا کر آئندہ گیارہ مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے استحضار اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے ساتھ گناہ نہ کرنے کا داعیہ اور جذبہ دل میں پیدا کیا جائے، جس کو "تقویٰ" کہا جاتا ہے۔ اس طرح رمضان المبارک کی صحیح روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور اس سے صحیح طور پر ہم فائدہ نہیں اٹھا پائیں گے، بلکہ جس طرح ہم پہلے خالی تھے ویسے ہی خالی رہ جائیں گے، اس لیے چند ایسی چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جن پر عمل کر کے ہمیں روزے کا مقصد (تقویٰ) اور رمضان المبارک کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) عبادت کی مقدار میں اضافہ:

رمضان المبارک کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے اپنی عبادت کی مقدار میں اضافہ کرنا ہے، دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو اس مبارک ماہ میں پڑھنے کی کوشش کریں، مثلاً: مغرب کے بعد سنتوں سے الگ یا کم از کم سنتوں کے ساتھ چھ (۶) رکعت اوّابین پڑھیں۔ (جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ اوّابین افطار کی نذر ہو جاتی ہیں) عشاء کی نماز سے چند منٹ پہلے آ کر چار رکعت یا دو رکعت نفل پڑھیں۔

سحری کھانے کے لیے اٹھنا ہی ہے تو چند منٹ پہلے اٹھ کر کم از کم چار رکعت تہجد پڑھ لیں۔ اسی طرح اشراق کی نماز اور اگر اشراق کے وقت نیند کا غلبہ ہو تو چاشت کی چند رکعتیں تو پڑھ ہی لیں۔ ظہر کے بعد دو سنتوں کے ساتھ دو رکعت نفل اور عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھ لیں۔ کیوں کہ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے اور اس کے ساتھ تعلق قائم کراتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ سے مروی حدیث شریف میں ہے:

"یعنی بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، تو گویا نماز کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم تحفہ عطا کیا ہے۔" اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، آمین!

(۲) تلاوتِ قرآنِ کریم کی کثرت:

دوسرا کام یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا ہے، کیوں کہ رمضان المبارک کے مہینے کو قرآن کریم کے ساتھ خاص مناسبت اور تعلق ہے، اسی مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا۔ خود نبی کریم ﷺ بھی رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ تمام بزرگانِ دین کی زندگیوں میں یوں تو قرآنِ کریم میں اشتغال بہت زیادہ نظر آتا ہے، لیکن رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی تلاوت کے معمول میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا، چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس مبارک مہینے میں ایک قرآنِ کریم دن میں، ایک رات میں اور ایک تراویح میں، اس طرح اکسٹھ (۶۱) قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ ماضی کے ہمارے تمام اکابر رحمہم اللہ کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کریم کا معمول دیدنی ہوتا تھا۔ لہٰذا ہم کو بھی اس مبارک ماہ میں عام دنوں کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار زیادہ کرنی ہے، عام آدمی کو بھی روزانہ کم از کم تین پارے پڑھنے چاہئیں، تاکہ پورے مہینے میں کم از کم تین قرآنِ کریم ختم ہو جائیں۔

★

(۳)تراویح میں قرآنِ کریم صحیح پڑھنے اور سننے کا اہتمام

اس مبارک مہینے میں ہر مؤمن کو اس بات کی بھی فکر کرنی ضروری ہے کہ تراویح میں قرآنِ مجید صحیح اور صاف صاف پڑھا جائے، جلدی جلدی اور حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ اس طرح قرآنِ کریم پڑھنا اللہ کے کلام کی عظمت کے خلاف ہے، نیز پڑھنے والے کو خود قرآنِ کریم بد دعا دیتا ہے۔(احیاء العلوم عن انس ۱/ ۲۷۴، فی ذمّ تلاوۃ الغافلین) اس طرح قرآن کریم پڑھنے والا اور سننے والے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ حافظ صاحب نہایت تیز گامی کے ساتھ حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھتے چلے جارہے ہیں، ایک سانس میں سورۂ فاتحہ کو ختم کر دیا جاتا ہے، صحیح طریقے سے رکوع، سجدہ اور تشہد ادا نہیں ہو رہا ہے، چالیس پینتالیس منٹ میں پوری نماز ختم، اب گھنٹوں مجلسوں میں بیٹھ کر گپ شپ ہو رہا ہے اور حافظ صاحب و سامعین میں سے کسی کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم نے قرآنِ کریم کی توہین میں کتنا حصہ لیا اور رمضان کی مبارک ساعتوں میں کتنی بے برکتی اور قرآن کریم کی کتنی بد دعا لی؟ خدارا اس صورتِ حال سے بچئے

اور اس مبارک مہینے میں برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کو اپنے اوپر بند نہ کیجیے اور صاف صحیح قرآن کریم پڑھنے اور سننے کا اہتمام کر کے دارین کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔

(۴)استغفار کی کثرت:

چوتھا کام یہ کرنا ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ہے، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث شریف میں ہے

کہ:

"ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی، دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے "آمین" فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام میرے سامنے آئے تھے اور جب میں نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو انھوں نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین، الیٰ آخر الحدیث (مستدرک حاکم ۴/ ۱۷۰، کتاب البر والصلۃ، الترغیب والترہیب ۲/ ۵۶)

ظاہر ہے کہ اس شخص کی ہلاکت میں کیا شبہ ہے جس کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام بد دعا کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہیں، اس لیے اس مبارک مہینے میں نہایت کثرت کے ساتھ گڑ گڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرے۔

(۵)دعا کا اہتمام:

رمضان المبارک کی برکات کو حاصل کرنے کے لیے دعاؤں کا اہتمام بھی لازم ہے، بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کے قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے، حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی (ضرور قبول ہوتی ہے) ایک روزے دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی بد دعاء، اس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔

بہر حال یہ مانگنے کا مہینہ ہے، اس لیے جتنا ہو سکے دعا کا اہتمام کیا جائے، اپنے لیے، اپنے اعزہ و احباب اور رشتے داروں کے لیے، اپنے متعلقین کے لیے، ملک و ملت کے لیے اور عالم اسلام کے لیے خوب دعائیں مانگنی چاہئیں، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ★

(۶) صدقات کی کثرت:

رمضان المبارک میں نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرنی چاہیے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی سخاوت کا دریا پورے سال ہی موجزن رہتا تھا، لیکن ماہِ رمضان المبارک میں آپ ﷺ کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکے مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں (بخاری شریف ۱/ ۳) جو شخص بھی آپ ﷺ کے پاس آتا اس کو ضرور نوازتے۔ لہٰذا ہم کو بھی اس بابرکت مہینے میں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے صدقات کی کثرت کرنی چاہیے۔

(۷) کھانے کی مقدار میں کمی:

ساتویں چیز جس کالحاظ رمضان المبارک کے مقصد کو حاصل کرنے میں معاون ہے "کھانے کی مقدار میں کمی کرنا" ہے، کیوں کہ روزے کا مقصد قوتِ شہوانیہ و بہیمیہ کا کم کرنا اور قوتِ ملکیہ و نورانیہ کا بڑھانا ہے، جب کہ زیادہ کھانے سے یہ غرض فوت ہو جاتی ہے، بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ افطار کے وقت تلافیٔ مافات میں (کہ پورے دن بھوکا رہا) اور سحر کے وقت حفظ ماتقدم میں (کہ پورے دن بھوکا رہنا ہے) اتنی زیادہ مقدار میں کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے بھی اتنی مقدار کھانے کی نوبت نہیں آتی جس کی وجہ سے کھٹی ڈکاریں آنے لگتی ہیں، حقیقتاً ہم لوگ صرف کھانے کے اوقات بدلتے ہیں یعنی افطار میں، تراویح کے بعد اور پھر سحری میں، اس کے علاوہ کچھ بھی کمی نہیں کرتے، بلکہ مختلف قسم کی زیادتی ہی ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے قوتِ شہوانیہ و بہیمیہ کم ہونے کے بجائے اور بڑھ جاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی برتن کا بھرنا اتنا ناپسند نہیں جتنا پیٹ کا بھرنا ناپسند ہے، ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے، اگر زیادہ ہی کھانا ہے تو ایک تہائی پیٹ کھانے کے لیے رکھے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھے۔ البتہ اتنا کم نہ کھائے کہ عبادات کے انجام دینے میں اور دوسرے دینی کاموں میں خلل واقع ہو۔

(۸) گناہوں سے پرہیز:

رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے، ہر مؤمن کو یہ طے کر لینا چاہیے کہ اس برکت و رحمت اور مغفرت کے مہینے میں آنکھ، کان اور زبان غلط استعمال نہیں ہوگی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور فضول باتوں سے مکمل پرہیز کرے، یہ کیا روزہ ہوا کہ روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ گئے اور فحش و گندی فلموں سے وقت گزاری ہو رہی ہے، کھانا، پینا اور جماع جو حلال تھیں ان سے تو اجتناب کر لیا لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر کسی کی غیبت ہو رہی ہے، چغل خوری ہو رہی ہے، جھوٹے لطیفے بیان ہو رہے ہیں، اس طرح روزے کی برکات جاتی رہتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ترجمہ: جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کام اور باطل کلام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی روزے کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات و منکرات سے بھی زبان و دہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت

کرے، اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پروا نہیں۔(معارف الحدیث ۴/۰۰۰۰)

ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ترجمہ: بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزے کے ثمرات میں سے بھوکا رہنے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر گناہوں (غیبت وریا وغیرہ) سے نہ بچے تو روزہ، تراویح اور تہجد وغیرہ سب بیکار ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ یعنی روزہ آدمی کے لیے شیطان سے، جہنم سے اور اللہ کے عذاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے، جب تک گناہوں (جھوٹ وغیبت وغیرہ) کا ارتکاب کر کے روزے کو خراب نہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

"اگر روزے دار سے کوئی شخص بدکلامی اور جھگڑا وغیرہ کرنے کی کوشش کرے تو روزے دار کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ یعنی میں ایسی لغویات میں پڑ کر روزے کی برکات سے محروم ہونا نہیں چاہتا۔" (صحیح بخاری ۱/۲۵۴، حدیث ۱۸۹۴، صحیح مسلم حدیث ۱۱۵۱)

ان تمام احادیث شریفہ کا مدعا یہ ہے کہ روزے کے مقصد (تقویٰ) اور رمضان المبارک کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لیے معصیات و منکرات سے پرہیز نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر تقوے کی سعادت سے متمتع نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رمضان المبارک کی قدردانی کی توفیق بخشے اور اس بابرکت مہینے کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین

غزل

﴿۱۱۵﴾

نذرِ احمد فرازؔ

جمالِ یار جو ہم آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
کرِشمے، گیسو و چشم و کمر کے دیکھتے ہیں

ہجومِ لالہ و گل اُس کی دید کا مشتاق
حَباب اُس کو لبِ جُو اُبھر کے دیکھتے ہیں

زمین پر ہی نہیں اُس کا اقتِدارِ جمال
"ستارے بامِ فلک سے اُتر کے دیکھتے ہیں" (احمد فرازؔ)

وُہ ماورائے حدود و جہات ہے، ہم بھی
جہان و جاں کی حدوں سے گزر کے دیکھتے ہیں

مراد مجھ کو ستانا نہیں کِسی صورت
وُہ حوصلے مرے قلب و جگر کے دیکھتے ہیں

مٹائیں ظلم زمانے سے یا ہمیں مٹ جائیں
نعیمؔ کچھ بھی ہو، اپنی سی کر کے دیکھتے ہیں

بول کے لب آزاد ہیں تیرے

بول کے لب آزاد ہیں تیرے
بول، زباں اب تک تیری ہے
بول کہ سچ زندہ ہے اب تک
بول، جو کچھ کہنا ہے کہہ لے

اظہار رائے کی آزادی کو 'فریڈم آف اسپیچ اینڈ ایکسپریشن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کا سادہ سا مطلب بولنے کی آزادی ہے۔

عمل اور لکھنے کی آزادی کو بھی اظہار رائے کی آزادی میں شمار کیا جاتا ہے۔یعنی ہر انسان تقریر و تحریر اور عمل کرنے میں آزاد ہے۔ اقوام متحدہ کے بین الاقوامی چارٹر کی شق نمبر 19 کے مطابق "ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کئے علم اور خیالات کی تلاش کرے۔ انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔" حیرت ہے اس شق میں کہیں اظہار رائے کی آزادی کی کوئی لمٹس بیان نہیں کی۔

آرٹیکل 19 A ہر پاکستانی کے لئے اس حق کو یقینی بناتا ہے اور آئین کی اسی آرٹیکل کے تحت ذرائع ابلاغ کو بھی اظہار رائے کی آزادی فراہم کرتا ہے۔ آزاد میڈیا عوام کی طرزِ معاشرت، ثقافت اور تہذیب کی عکاسی کرتا ہے، میڈیا معاشرے کی نفسیات کا ماہر ہوتا ہے اور اپنی سماجی، قانونی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو سامنے رکھتا ہے اور اہلِ صحافت اپنے اس فرض کو پورا کرنے کیلئے انہیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن صحافی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے تمام تر مشکلات کے باوجود سچ عوام کے سامنے لاتے ہیں۔

بدقسمتی سے ہم ایک ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں جہاں ہمارے ارد گرد رہنے والے لوگوں کی اکثریت معذور ہے۔ یہ معذوری جسمانی نہیں ذہنی اور سوچ کی ہے، ذہنی طور پر اندھے، بہرے، گونگے اور بونے لوگ، جن کی اپنی سوچ اتنی بیمار ہے کہ اس کا اظہار دوسروں کے سامنے کرنے سے گھبراتے ہیں لیکن دوسروں کی بات سننا اور سمجھنا بھی نہیں چاہتے۔ پھر وہ صرف دوسروں کو ناپسند کرتے ہیں۔

★

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو ملک میں اظہار رائے کی آزادی کی سکڑتی ہوئی فضا پر شدید تشویش ہے۔
اختلاف رائے رکھنے، خیالات کے اظہار اور جاننے کا حق، کسی بھی جمہوری معاشرے کے بنیادی اصول ہوتے ہیں۔ معلومات اور افکار کے آزادانہ بہاؤ کے بغیر شہریوں کے مابین دلائل پر مبنی گفتگو ممکن نہیں اور اس کے بغیر معاشرہ مزید تقسیم اور عدم رواداری کا شکار ہو گا۔
حکومت ملک کی حالیہ صورتحال سے چشم پوشی کا سلسلہ بند کرے اور اظہار رائے کی آزادی کو خطرے میں ڈالنے والے ظالمانہ اقدامات کا حصہ بننے سے گریز کرے۔ دوسری طرف، عوام کو معلومات دینے والے اور اظہار رائے کرنے والے عناصر کو خاص طور پر مرکزی ذرائع ابلاغ سے منسلک لوگوں کو ذمہ داری اور اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہو گا تا کہ غیر جانبدار اور درست نقطہ نظر سامنے آسکے۔ انہیں نہ تو خود کو دستیاب فورمز کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور نہ ہی دھونس و تشدد کی کوششوں کے زیر اثر آنا چاہیے۔
مغرب میں جب سے جمہوریت کی جڑیں مضبوط ہوئی ہیں لوگوں کے بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت زیادہ ممکن ہوئی ہے۔
بیسویں صدی میں اس حوالے سے جو قانون سازی ہوئی اور مغرب کے جمہوری ممالک میں اس کے سبب لوگوں کو بنیادی حقوق اور آزادی کے نام پر بعض مقامات پر ایسی آزادیاں ملیں کہ کوئی اخلاقی 'مذہبی یا اس قسم کی اور کوئی قدغن ان کو روکنے کا نام نہیں لے سکتی۔
آزادیٔ اظہار انسانی حریت کے لیے پہلا اور آخری مورچہ ہے۔
آزادیٔ اظہار میں حقوق اور فرائض (فرد اور معاشرے دونوں کے) شامل ہیں لیکن ان کو بنیادی طور پر حقوق کے ذیل میں رکھ کر بحث کی گئی ہے۔ کسی بھی نفرت انگیز تقریر کے متاثرہ افراد کی کسی حد تک تلافی کی جاسکتی ہے۔ اگر یہ نفرت والی تقریر قانونی طور پر قابلِ مواخذہ سطح سے کم تر درجے پر ہو اور جدید معاشرہ آزادیٔ اظہار کے حوالے سے اس سماجی ذمہ داری سے کیسے عہدہ بر آ ہو سکتا ہے؟
آزادیٔ اظہار کے ضمن میں سب سے مؤثر قانونی مآخذ بین الاقوامی انسانی حقوق کا اعلان نامہ ہے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔
آرٹیکل۔۱۹ کی رُو سے
۱۔ ہر شخص کو آراء رکھنے کا اختیار ہو گا اور اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہ ہو گی۔
۲۔ ہر شخص کو آزادیٔ اظہار حاصل ہو گی۔ اس حق میں ہر طرح کے نظریات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور معلومات دوسروں تک پہنچانے کی آزادی شامل ہو گی۔ سرحدیں اس حق کی راہ میں حائل نہ ہوں گی۔ یہ معلومات تحریری شکل میں، زبانی شکل میں یا کسی آرٹ کی شکل یا کسی اور مطلوبہ ذریعے حاصل کی جاسکیں گی۔

۳۔ شق نمبر ۲ میں درج حق کی بجا آوری کے دوران خاص فرائض اور ذمہ داریاں لاگو ہوں گی لہٰذا اس ضمن میں کچھ پابندیاں بھی عائد ہو سکتی ہیں لیکن صرف وہ پابندیاں لاگو ہوں گی کہ جن کا قانون میں ذکر ہے اور ضروری سمجھی جائیں گی۔

الف۔ دوسروں کی عزت، شہرت اور حقوق سے متصادم نہ ہوں۔

ب۔ قومی سلامتی، امنِ عامہ، صحت عامہ یا اخلاقِ عامہ متاثر ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

شق نمبر ۲ میں مذکورہ آزادیٔ اظہار کے سلسلے میں معلومات، خیالات اور آراء کو دوسروں تک بغیر کسی مداخلت کے پہنچانا، چاہے کسی بھی مواد پر مبنی ہوں۔ مواد کا غیر جانبدار ہونا، بالفاظ دیگر آزادیٔ اظہار ہر اساسی اصول کے طور پر کسی رائے، پیغام کی نوعیت کی بنیاد پر نہیں روکا جا سکتا۔

یہ حق نہ صرف نظریات کے مواد اور فراہم کردہ معلومات کو تحفظ دیتا ہے بلکہ اُن ذرائع کو بھی تحفظ دیتا ہے کہ جس کے توسط سے یہ نظریات اور معلومات دوسروں تک منتقل کی جائیں۔ انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلان نامہ کی رُو سے آزادیٔ اظہار کی ضمانت ہر ایک شخص کو حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات، اپنی آراء اور اپنے معتقدات چاہے وہ مذاقِ عامہ یا رائے عامہ سے متصادم ہوں، رکھ سکتا ہے اور پھیلا سکتا ہے۔

آزادیٔ اظہار دراصل وہ بنیادی انسانی حق اور وسیلہ ہے کہ جس کے ذریعے ادب و فنون لطیفہ ترقی کرتے ہیں

ایشیائی ممالک میں انسانی حقوق کے کارکنوں اور مذہبی اقلیتوں کے لیے انٹرنیٹ پر بھی اظہار رائے کی زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔

اظہار رائے کے حوالے سے پابندیاں صرف مسلم ممالک تک محدود ہیں جبکہ انڈیا، سری لنکا اور میانمار میں بھی مذہبی اقلیتوں کو سرکاری اور غیر سرکاری عناصر کی جانب سے اظہار رائے کی پابندیوں کا سامنا رہتا ہے۔

ایشیائی ممالک میں مذہبی اقلیتوں اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھانے والوں کی آواز ریاستی اور غیر ریاستی عناصر کی جانب سے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اور ایسی کارروائیوں کے لیے قانونی جواز بھی فراہم کیے جاتے ہیں۔

گذشتہ چند برسوں میں انڈیا میں گائے کے گوشت کھانے یا گائے ذبح کرنے کے شبہے میں شہریوں پر تشدد، بالی وڈ فلموں میں ہندوؤں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے الزام میں فنکاروں اور فلموں پر پابندی اور انٹرنیٹ پر سیاسی و مذہبی شخصیات کی مبینہ توہین کے الزام میں شہریوں کے خلاف قانونی کارروائیاں کی گئی ہیں۔

اسی طرح برما میں روہنگیا مسلمانوں، ویتنام میں عیسائی مبلغوں اور سری لنکا میں مسلمانوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کے ساتھ پیش آنے والے ناروا سلوک پر اظہار تشویش کیا گیا ہے۔

ہمیں کچھ بولتے، لکھتے یا کسی سے بھی بحث کرتے ہوئے ایک ایک لفظ دھیان سے کہنا چاہیئے اور خیال رکھنا چاہیئے کہیں ہم کسی کی تذلیل تو نہیں کر رہے یا کسی پر تہمت تو نہیں لگا رہے۔ مزید یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ کہیں ہم دوسرے سے سوال اور تنقید کرنے کا حق تو نہیں چھین رہے۔ کہیں کسی کی اظہارِ رائے کی آزادی تو سلب نہیں کر رہے۔

بہر حال جہاں ہمیں اظہارِ رائے اور تنقید کرتے ہوئے حدود کا خیال رکھنا ہوتا ہے وہیں پر کسی دوسرے کی رائے اور تنقید کو بھی ٹھنڈے دماغ سے سننا اور برداشت کرنا ہوتا ہے۔ ویسے ہمارے ہاں اگر تصویر کا ایک رخ یہ ہے کہ اظہارِ رائے کی آڑ میں تذلیل ہوتی اور تہمتیں لگتی ہیں، وہیں پر تصویر کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ اکثر اوقات "گستاخی ہو گئی" کی آڑ میں سوال اور تنقید کرنے کا حق بھی چھین لیا جاتا ہے۔ اگر تذلیل اور تہمت سے معاشرے میں بے انتہا بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف جس معاشرے میں فکر کرنے اور سوال اٹھانے کی حوصلہ شکنی کی جائے تو وہ معاشرہ خود فریبی اور شدید گھٹن کی وجہ سے دم توڑ جاتا ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب

کنیت: ابو عیسیٰ، نام: محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسیٰ بن الضحاک، نسبت: ترمذی، بوغی، سُلمی، 209ھ میں شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ ترمذ، ایک قدیم شہر ہے جو دریائے جیحوں کے ساحل پر واقع ہے، وہاں سے چند فرسخ پر بوغ نامی گاؤں ہے۔ آپ اصلاً اسی گاؤں کے باشندے تھے اور قبیلہ بنو سُلیم سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے سُلمی، ترمذی اور بوغی کہلاتے ہیں۔

ولادت و کنیت

309ہجری بعض نے کچھ بعض نے کچھ کہا ہے معلوم ہوتا ہے ولادت کے سن میں اختلاف ہے آپ کے والد ماجد کا نام تمام روایات میں عیسیٰ ہے لہذا آپ کی کنیت ابن عیسیٰ رکھنی چاہیئے تھی اس کے برعکس آپ نے ابو عیسیٰ رکھ لی اور اس پر اعتراضات ہوئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو والدہ کے بطن سے پیدا ہوئے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(ذٰلک عیسیٰ ابن مریم)(مریم:۳۴)(قالت انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا قال کذالک اللہ یفعل مایشاء)(آل عمران ۴۷)اور یہ کنیت رکھنا صحیح نہیں لگتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے یہ کنیت رکھی تو حضرت عمر نے ڈانٹا۔ حضرت مغیرہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا بلکہ ایک روایت ہے کہ خود آپ نے یہ کنیت حضرت مغیرہ کی رکھی اور مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں کہا ہے کہ کوئی مرفوع متصل صریح حدیث نہی کی نہیں ہے حضرت عمر کی زجر و تنبیہ اثر کا حکم رکھتی ہے اور ایسے بڑے جلیل القدر محدث کو نہی کا علم نہ ہونا بعید من الفہم ہے کہ انہوں نے باب کی حدیث بیان کر کے قال ابو عیسیٰ ہزاروں دفعہ کہا ہے

نابینا لیکن بابصیرت محدث

امام ترمذی کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آپ پیدائشی طور پر نابینا تھے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کبر سنی میں علمی اسفار کرنے اور احادیث لکھنے لکھانے کے بعد آپ کی بصارت جاتی رہی، اس کا سبب زیادہ لکھنا پڑھنا بھی ہو سکتا ہے،

اور بقول امام حاکم کے آخری عمر میں اللہ کے ڈر سے اتنا روئے کہ بینائی جاتی رہی، اور اسی حالت میں زندگی کے کئی سال گزرے۔

(تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۶۳۴، تہذیب التہذیب)

یہ عجیب اتفاق ہے کہ سنن ترمذی کے عظیم شارح علامہ عبد الرحمن محدث مبارکپوری بھی آخری عمر میں اور سنن ترمذی کی شرح کی تکمیل سے پہلے نابینا ہو گئے، تو آپ کے ارشد تلامذہ نے آپ کی نگرانی میں شرح کی تکمیل کا کام کیا۔

طلب حدیث کے لیے بلاد اسلامیہ کا سفر

محدثین کے طریقہ کے مطابق امام ترمذی نے احادیث کی روایت و تحصیل کے لئے بلاد اسلامیہ کے علمی مراکز کا سفر کیا، اور حجاز مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ، بغداد، عراق، جزیرہ، بصرہ، واسط اور خراسان وغیرہ کے علماء سے بکثرت سماع حدیث کیا، مصر اور شام نہ جا سکے۔

حافظ ذہبی اور ابن حجر کہتے ہیں: امام ترمذی نے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا، اور خراسانی، عراقی اور حجازی وغیرہ رواۃ کی ایک بڑی تعداد سے سماع حدیث کیا، امام ترمذی نے نیساپور، مرو اور اصبہان وغیرہ کے محدثین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کیا۔

اساتذہ و شیوخ

آپ کا زمانہ علوم حدیث کے عروج اور ترقی کا زمانہ تھا چنانچہ آپ نے بہت سارے محدثین کو پایا، ان سے اکتساب فیض کیا، احادیث سنیں اور روایت کیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ اور سیر أعلام النبلاء میں آپ کے اساتذہ و شیوخِ حدیث کی ایک فہرست دی ہے جن سے آپ نے سماع حدیث کیا،

قوت حافظہ کی ایک مثال

ابو اسعد عبد الرحمن بن محمد ادریسی: ابو اسعد عبد الرحمن بن محمد ادریسی کہتے ہیں: ابو عیسی ترمذی حفظ حدیث میں ضرب المثل تھے، اس سلسلے کا ایک واقعہ وہ اپنے شیخ ابو بکر احمد بن محمد بن حارث مروزی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے احمد بن عبد اللہ بن داود کو یہ کہتے سنا کہ میں نے امام ترمذی کو کہتے سنا: ایک بار میں مکہ کے راستے میں تھا اور میں نے ایک شیخ کی احادیث کے دو جزء لکھے تھے، مجھے شیخ ملے تو میں نے آپ سے سماع حدیث کا مطالبہ کیا، میں سمجھ رہا تھا کہ شیخ کی احادیث کے دونوں جزء میرے پاس ہیں، آپ نے قرأت حدیث پر آمادگی ظاہر کی، میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پاس سادہ کاغذوں کے دو جزء ہیں، شیخ یہ احادیث پڑھ کر مجھے سنانے لگے اور مجھے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سادہ کاغذ ہے، اور مجھ سے کہا: تمہیں ایسا کرتے مجھ سے شرم نہیں آتی تو میں نے صورت حال سے آپ کو باخبر کیا، اور عرض کیا کہ مجھے ساری احادیث یاد ہیں، تو آپ نے کہا کہ پڑھو میں نے انہیں پڑھ کر سنایا تو انہوں نے میری تصدیق نہ کی اور کہا کہ کیا آنے سے پہلے تم نے ان احادیث کو یاد کر لیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے دوسری حدیثیں سنائیں، تو آپ نے چالیس حدیثیں مجھے پڑھ کر سنائیں پھر مجھ سے کہا کہ لاؤ سناؤ، تو میں نے ان کو پڑھ کر سنا دیا، ایک بھی حرف کا فرق نہ تھا تو انہوں نے کہا: میں نے تمہارے جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب، السیر ۱۳/ ۲۷۳)

حافظ ابو یعلیٰ: حافظ ابو یعلیٰ کا بیان ہے "محمد بن عیسیٰ بن سورہ، متفق علیہ ثقہ حافظ حدیث امام ہیں، ان کی حدیث میں ایک کتاب ہے نیز جرح و تعدیل میں ان سے بہت سارے اقوال منقول ہیں... وہ امانت، دیانت اور علم میں ایک مشہور امام ہیں"۔

حافظ ابو سعد عبد الرحمن بن محمد ادریسی: حافظ ابو سعد عبد الرحمن بن محمد ادریسی کہتے ہیں: علم حدیث میں جن ائمہ کی اقتداء کی جاتی ہے، امام ترمذی ان میں سے ایک امام تھے، آپ نے جامع، تواریخ اور علل نامی کتابیں تصنیف فرمائیں، آپ کی تصانیف پختہ عالم دین کی تصانیف ہیں، آپ حفظ حدیث میں ضرب المثل تھے۔ (شروط الائمہ الستہ: ص ۲۰، تہذیب التہذیب) ۹/ ۳۸۶

امام ابن حبان: امام ابن حبان اپنی کتاب الثقات میں ترمذی کے بارے میں فرماتے ہیں" یہ ان ائمہ حدیث میں سے ہیں جنہوں نے احادیث جمع کیں، علم حدیث میں کتابیں لکھیں، احادیث کو حفظ کیا اور اس کا مذاکرہ کیا۔ (الثقات، تذکرۃ الحفاظ، نکت الہمیان للصفدی، تہذیب الکمال)

امام سمعانی فرماتے ہیں" :امام ترمذی بلا اختلاف اپنے عہد کے امام اور صاحب تصانیف تھے اور ان ائمہ حدیث میں سے ہیں جن کی علم حدیث کے اندر اقتداء کی جاتی تھی"۔

امام ابن خلکان :اور اسی جیسی بات امام ابن خلکان نے بھی کہی ہے۔ (الأنساب،وفیات الاعیان)

امام حاکم :امام حاکم کہتے ہیں:میں نے عمر بن علک کو یہ کہتے سنا:امام بخاری کا انتقال ہوا تو انہوں نے خراسان میں علم،حفظ اور ورع و زہد میں ابو عیسیٰ ترمذی کی طرح کسی اور کو نہیں چھوڑا،ترمذی اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے اور کئی سال اندھے رہے۔ (السیر ۱۳/ ۲۷۳، تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۶۳۴، تہذیب التہذیب)۹/ ۳۸۹

امام ابو احمد حاکم نیساپوری :محدث خراسان امام ابو احمد حاکم نیساپوری) م:۳۷۸ھ (نے اپنے ایک شیخ سے یہ بات نقل کی ہے کہ جس وقت امام محمد بن اسماعیل کا انتقال ہوا اس وقت انہوں نے اپنے شاگردوں میں امام ترمذی سے بڑھ کر کسی کو علم،حفظ،زہد وورع میں نہیں چھوڑا،ترمذی خوف الٰہی اس قدر روتے تھے کہ نابینا ہوگئے۔

امام حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی :امام حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی کا بیان ہے" :محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی جو کہ نابینا تھے ان ائمہ حدیث میں سے ہیں جن کی علم حدیث کے اندر اقتداء کی جاتی تھی۔انہوں نے علم حدیث، تاریخ اور علل میں کتابیں لکھی ہیں جو ایک متبحر عالم کی تصنیفات ہیں حفظ حدیث میں ان کو بطور مثال ذکر کیا جاتا ہے۔

امام مزی :امام مزی کہتے ہیں" :وہ حافظ حدیث صاحب الجامع اور دیگر کتابوں کے مصنف ہیں،نیز حفظ اور ثقاہت کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک تھے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے امت کو نفع پہنچایا"۔ (تہذیب الکمال)

امام ذہبی :امام ذہبی سیر أعلام النبلاء میں امام ترمذی کو حافظ،علم،امام،بارع کا خطاب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ جامع اور علل وغیرہ کے مصنف ہیں،

اور تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں کہ امام ترمذی حافظ حدیث،صاحب الجامع متفق علیہ ثقہ تھے،ابن حزم نے آپ کو جو مجہول کہا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام حافظ ابن حجر عسقلانی :امام حافظ ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے" :وہ حفظ اور ثقاہت کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک تھے"۔ (تقریب التہذیب)۔

حافظ ابن حجر فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں" :ترمذی نے بخاری سے علم حاصل کیا،اور آپ پر کافی اعتماد کیا"۔ (ہدی الساری: ۴۹۲)

طاش کبری زادہ :طاش کبری زادہ لکھتے ہیں" :یہ حافظ حدیث،اور ان ائمہ اعلام میں سے ہیں اور انہیں فقہ میں بھی مہارت تھی انہوں نے ائمہ حدیث کی ایک جماعت سے احادیث حاصل کیں اور صدر اول کے مشائخ سے ان کی ملاقات ہوئی"۔) مفتاح السعادہ(

ابن عماد حنبلی :ابن عماد حنبلی کہتے ہیں:امام ترمذی اپنے ہم عصروں میں واضح مقام رکھتے تھے۔اور حفظ اور اتقان میں وہ ایک نشانی،نمونہ تھے۔ (کتاب شذرات الذہب)

★

امام ترمذی متفقہ طور پر ثقہ محدث، ناقد حدیث اور امام دین ہیں، آپ کی تصانیف مشہور و معروف ہیں، لیکن اس شہرت اور امامت کے علی الرغم ابن حزم نے آپ کے بارے میں کتاب الاتصال کے باب الفرائض میں یہ کہہ دیا کہ آپ مجہول راوی ہیں، اس پر علماء نے نکیر کی،

حافظ ذہبی: حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں کہتے ہیں" :ترمذی حافظ اور اعلام میں سے ہیں، جامع کے مؤلف اور متفق علیہ ثقہ ہیں، ابن حزم کا یہ کہنا کہ ترمذی مجہول ہیں، لائق التفات بات نہیں ہے، ابن حزم نے نہ ترمذی کو جانا اور نہ ہی جامع ترمذی اور علل ترمذی کے وجود کا انہیں علم تھا"۔ (میزان الاعتدال)

امام ذہبی سیر أعلام النبلاء میں ابن حزم کے فضائل اور عیوب کے گنانے کے بعد فرماتے ہیں" :مجھے ابو محمد ابن حزم سے ان کی صحیح حدیث سے محبت اور اس کی معرفت کی بنا پر محبت ہے، گرچہ میں ان کے علم رجال، علل حدیث اور اصول و فروع میں غلط مسائل کی کثرت کی وجہ سے ان کی موافقت نہیں کرتا، اور کئی مسئلے میں قطعی طور پر ان کو غلط کہتا ہوں، لیکن نہ تو ان کی تکفیر کرتا ہوں، اور نہ انہیں گمراہ کہتا ہوں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے عفوو درگزر کا امیدوار ہوں، ان کے ذہن کی تیزی اور علم کی وسعت کا قائل و معترف ہوں، میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کا یہ قول ذکر کیا کہ سب سے عظیم اور اہم کتاب موطأ مالک ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: بلکہ سب سے عظیم کتابیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن السکن، منتقی ابن الجارود، اور منتقی قاسم بن اصبغ ہے، پھر اس کے بعد سنن ابی داود، سنن نسائی، مصنف قاسم بن اصبغ، مصنف ابی جعفر الطحاوی کا نمبر آتا ہے،

ذہبی کہتے ہیں: ابن حزم نے نہ تو ابن ماجہ کا ذکر کیا اور نہ ہی جامع ترمذی کا، یہ دونوں کتابیں ابن حزم نے دیکھی نہ تھی، بلکہ ان کی موت کے بعد یہ دونوں کتابیں اندلس پہنچیں۔ (سیر أعلام النبلاء)

حافظ ابن حجر: حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں: خلیلی نے ترمذی کو متفق علیہ ثقہ کہا ہے، لیکن ابن حزم نے اپنے بارے میں یہ اعلان کیا کہ انہیں اس بارے میں علم نہیں تھا اس لیے کہ انہوں نے کتاب الاتصال کے کتاب الفرائض میں محمد بن عیسیٰ ترمذی کو مجہول کہا، ہر گز کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ شاید ابن حزم نے ترمذی کو نہ جانا اور نہ ان کے حفظ اور ان کی تصانیف پر مطلع ہوئے، اس لیے کہ یہ حضرت مشاہیر ثقات حفاظ کی ایک جماعت کے بارے میں اس طرح کی عبارات استعمال کرتے ہیں، جیسے ابو القاسم البغوی اسماعیل بن محمد الصفار اور ابو العباس الاصم وغیرہ وغیرہ۔

تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن الفرضی نے اپنی کتاب المؤتلف والمختلف میں ترمذی کا تذکرہ کیا، اور ان کی علمی منزلت کو واضح کیا، تو ابن حزم کیسے ان معلومات کی آگاہی سے چوک گئے۔ (تہذیب التہذیب)

واضح رہے کہ مشاہیر کے سلسلے میں اس طرح کی عدم واقفیت ابن حزم ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، امام بیہقی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پاس سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ نہیں تھیں، ہاں ان کے پاس حاکم کی مستدرک علی الصحیحین تھی، جس سے انہوں نے بکثرت احادیث روایت کی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مقدمہ تحفۃ الأحوذی ۱/۱۷۲)

زہد و تقویٰ:

امام ترمذی نہ صرف یہ کہ علوم وفنون میں امامت کا درجہ رکھتے تھے بلکہ آپ عبادت و تقویٰ اور ورع اور زہد میں بھی شہرت رکھتے تھے، حاکم کہتے ہیں: امام بخاری کا انتقال ہوا تو انہوں نے علم حفظ اور زہد و ورع میں ترمذی کی طرح کسی اور کو اپنے پیچھے نہیں چھوڑا، آپ اللہ کے ڈر سے اتنا روتے تھے کہ اندھے ہو گئے، اور کئی سال اندھے رہے۔) تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب(

امام ترمذیؒ کی تصانیف

امام ترمذیؒ کو چونکہ حدیث اور علوم حدیث کے علاوہ تاریخ، فقہ اور تفسیر وغیرہ پر بھی کافی دسترس حاصل تھی لہٰذا اُنہوں نے مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا اور بہت سی علمی کتب تصنیف کیں جن میں سے چند معروف کتب یہ ہیں:

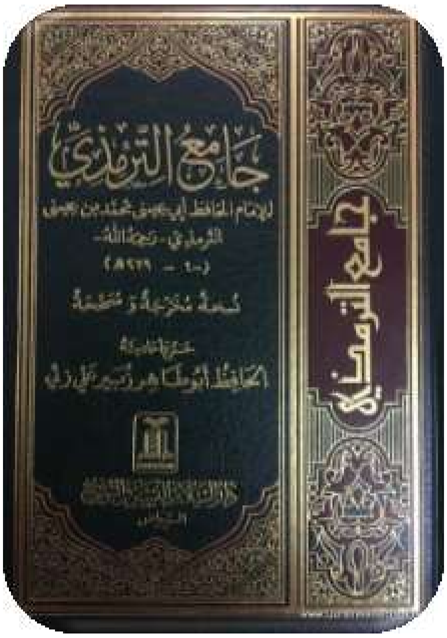

(1) کتاب الجامع: جو سنن ترمذی کے نام سے مشہور ہے۔

(2) الشمائل النبویۃ: جو شمائل ترمذی کے نام سے مشہور ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے متعلق احادیث میں ایک بہترین تصنیف ہے جیسا کہ عبد الحق محدث دہلوی نے "أشعۃ اللمعات" میں اس کی تعریف فرمائی ہے۔

(3) کتاب العلل اس موضوع پر آپ کی دو کتابیں ہیں:

ا (کتاب العلل الصغیر) اور

ب (کتاب العلل الکبیر) جس میں امام ترمذی نے زیادہ تر اپنے استاذ امام بخاریؒ سے استفادہ کیا ہے۔

(4) کتاب الزھد

(5) کتاب التاریخ

(6) الأسماء والکنٰی۔

(7) کتاب التفسیر

(8) کتاب الجرح والتعدیل

امام ترمذیؒ کی وفات:

امام ترمذیؒ کا انتقال مشہور روایت کے مطابق ۱۳ رجب ۲۷۹ھ میں دوشنبہ کی شب کو خاص ترمذ شہر میں ستر سال کی عمر میں ہوا۔ لیکن ابن خلکانؒ نے سمعانیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے " امام ترمذی بوغ بستی میں ۲۷۹ھ میں فوت ہوئے "جو کہ ترمذ سے چھ فرسخ اٹھارہ میلکے فاصلے پر واقع ہے۔

ایک سبق، ایک درس

آج میں بازار جوتا خریدنے گیا

دُکان میں داخل ہُوا تو مردانہ ورائٹی کی جانب ایک خوبصورت چہرہ، سفید ٹوپی، سنّت سے سجی داڑھی اور سفید لباس میں ملبوس انسان نے خوش آمدید کہتے ہُوئے مختلف ڈیزائن دکھائے,

میں نے ان کا دینی حلیہ دیکھتے ہوے پوچھا :

آپ کا نام کیا ہے؟

میرا نام ریحان ہے۔

آپ کی تَعلِیم؟

دِینی تَعلِیم دَرسِ نظامی (فضیلت)، اور دُنیاوی تَعلِیم بی اے تک۔

کتنا عرصہ ہوا یہاں کام کرتے؟

دو ماہ ہونے کو ہیں۔

آپ کو کوئی اور کام نہیں مِلا؟

اس کے جواب میں ریحان نے صرف وہی بات کہی جس کو میں نے انسانیت پر اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے:

کہ ایک مدرسے میں معلّم کے پیشے سے منسلک تھے اور قریب کے مسجد میں امام بھی,

الحمدللہ میں اپنی زندگی میں بہت خوش تھا .

بس اس مہنگائی کے باعث گھریلو حالات سے مجبور ہو کر رزقِ حلال کی تلاش میں ایک امام اور مدرسے کا استاد ہونے کے ناطے اپنی تمام تر حدود و قیود کا خیال رکھتے ہوئے اس طرف رُخ کیا۔

آپ کی تنخواہ کِتنی ہے؟

ماہانہ 17 ہزار ملتے ہیں، روزانہ کا سَو روپیہ، اور کمیشن الگ ہے۔

مسجد اور مدرسے سے کل تنخواہ کتنی تھی؟

امام نے افسردگی کے عالم میں بتایا 8 ہزار!

میں خاموش ہو گیا، میرے پاس الفاظ ختم ہو گئے .

مجھ سے صرف اتنا ہو سکا کہ جوتوں کا ڈبہ ان کے ہاتھ سے لے لیا.

وہ اصرار کرتے رہے کہ میں پہنا کر چیک کرواتا ہوں، میری ڈیوٹی ہے، لیکن میں نے ایسا نہیں کرنے دِیا.

میرا ضمیر مجھے بار بار کہہ رہا تھا کہ اِن ہاتھوں کو بوسہ دو!

کسی وقت یہ ہاتھ مُقدّس کتابیں قرآن، تفاسیر، احادیث، مسائل اور دیگر اسلامی کتب اُٹھایا کرتا تھا

لیکن آج وہی ہاتھ جوتے اور چپّل اٹھانے پر مجبور ہے

جب ہم لوگوں کی 1 لاکھ سے زائد تنخواہوں سے گھر نہیں چلتا تو ذرا سوچیں۔۔

* اپنے علما کی عزت کریں! اپنے مسجد امام کی عزت کریں!!!!

نظم

سنو یہ فخر سے اک راز بھی ہم فاش کرتے ہیں
کبھی ہم منہ بھی دھوتے تھے، مگر اب واش کرتے ہیں

تھا بچوں کے لیے بوسہ مگر اب کِس ہی کرتے ہیں
ستاتی تھیں کبھی یادیں مگر اب مِس ہی کرتے ہیں

چہل قدمی کبھی کرتے تھے اور اب واک کرتے ہیں
کبھی کرتے تھے ہم باتیں مگر اب ٹاک کرتے ہیں

کبھی جو امی ابو تھے، وہی اب مما پاپا ہیں
دعائیں جو کبھی دیتے تھے وہ بڈھے سیاپا ہیں

کبھی جو تھا غسل خانہ، بنا وہ باتھ روم آخر
بڑھا جو اور اک درجہ، بنا وہ واش روم آخر

کبھی ہم بھی تھے کرتے غسل، شاور اب تو لیتے ہیں
کبھی پھول چُنتے تھے، فلاور اب تو لیتے ہیں

کبھی تو درد ہوتا تھا، مگر اب پین ہوتا ہے
پڑھائی کی جگہ پر اب تو نالج گین ہوتا ہے

ڈنر اور لنچ ہوتا ہے، کبھی کھانا بھی کھاتے تھے
بریڈ پر ہے گزارا اب، کبھی کھابے اُڑاتے تھے

کبھی ناراض ہوتے تھے، مگر اب مائنڈ کرتے ہیں
جو مسئلہ کچھ اُلجھ جائے، سلوشن فائنڈ کرتے ہیں

جگہ صدمے کی یارو اب تو ٹینشن، شاک لیتے ہیں
کہ "بُوہا" شٹ جو کرتے ہیں تو اس کو لاک دیتے ہیں

ہوئے "آزاد" "جب ہم تو "ترقی" کر گئے آخر
جو پینڈو ذہن والے تھے، وہ سارے مر گئے آخر

دلچسپ اور عجیب

برازیل:

بولیویا، پیرو، کولمبیا، برازیل اور وینزویلا کے ایمیزون جنگلات میں لیف یا پتہ مچھلی عام ملتی ہے۔ یہ کسی بے جان مڑے تڑے پتے کی طرح تیرتی رہتی ہے اور شکار کو لبھا کر اسے نوالہ بنالیتی ہے۔

ارتقائی عمل نے اسے ایک پتے کی شکل دی ہے اور اس کے نچلے جبڑے کا کنارہ بھی پتے کے ڈنٹھل جیسا لگتا ہے۔ کتھئی رنگ کی یہ مچھلی مڑتی ہے، ٹیڑھی ہوتی ہے اور اکثر نیچے دیکھتی رہتی ہے جس پر پتے کا گمان ہوتا ہے۔ اس طرح یہ اپنے شکار اور اپنے شکاری دونوں کو ہی دھوکا دیتی ہے۔ اسے ایمیزون لیف فش بھی کہا جاتا ہے۔

اس کا شکار کرنے کا انداز بھی بہت خوب ہے۔ یہ اپنا جبڑا بڑھاتی ہے اور پانی میں آگے بڑھتی ہے اور شکار تک پہنچتی ہے۔ ڈیڈ لیف فش اپنے جسم سے ایک تہائی اور دو تہائی تک کے جانور کھا جاتی ہے۔ یہ اتنی پیٹو ہے کہ اپنے وزن کے برابر خوراک ایک دن میں چٹ کر جاتی ہے۔

پہلی مرتبہ اسے 1920ء میں دیکھا گیا تھا اور پہلی دستاویز میں اسے مردہ مچھلی قرار دیا گیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ اس کا عاقلانہ انداز ہے جس سے وہ خود کو مردہ ثابت کرتی ہے۔ اگرچہ اسے پالا بھی جاتا ہے لیکن اپنی حملہ آور شکاری صفت کی بنا پر ہمیشہ یہ کوئی درست فیصلہ نہیں ہوتا۔

مغرب کی اندھی تقلید

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم ضرور پچھلی امتوں کے طریقوں کی (بعینہ) پیروی کروگے، بالشت برابر اور ہاتھ برابر، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے، تو تُم بھی ان کی پیروی کروگے۔ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اور کون؟" (صحیح بخاری)

اہلِ عرب کے ہاں یہ معروف تھا کہ گوہ کے داخل ہونے والے سوراخ کا تو پتا چل جاتا ہے، لیکن نکلنے والے سوراخ کا پتا نہیں چلتا، لہٰذا اسے حیرت کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جن فتنوں میں اہلِ کتاب مبتلا ہوئے، ان کے انجام سے باخبر ہونے کے باوجود تم ان فتنوں میں مبتلا ہوگے۔

ایک بہترین معاشرے کی بنیاد مضبوط خاندانی نظام پر ہوتی ہے۔ نسل انسانی اور بالخصوص اسلامی معاشرے کا غلط روش پر چل نکلنا خاندان اور معاشرے کی تباہی وبربادی کا سبب بنتا ہے. اس وقت تمام مسلم ممالک میں مغربی تہذیب و تمدن اور ثقافت کا عکس نمایاں ہے۔ بے حیائی اور فحاشی کو فنون و آرٹ کا نام دے کر اس کی اشاعت و ترویج کی جارہی ہے. وطن عزیز پاکستان جس کا مطلب ہی "پاک جگہ" ہے اور جس کی بنیاد ہی "لا الہ الا اللہ" پر رکھی گئی تھی یعنی اس دھرتی پر اللہ اور اس کے رسول کے نظام اور قانون کے سوا اور کوئی نظام نہیں چلے گا. لیکن کیا کہیے کہ اسلام دشمن، لبرل، سیکولر اور مغربی حمایت یافتہ قوتوں نے اس پر راج کرنا شروع کر دیا ہے اور اپنی من مرضی چلا کر اس ملک کی جڑیں کھوکھلی کی جارہی ہیں. اس پر بند باندھنے کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں نا کہ جیسی عوام ویسے حکمران، تو یہ سب ہمارے اپنے اعمال کی شامت ہے. جب عوام اس سب کو قبول کرتی جارہی ہے تو مال و دولت اور شہرت کے نشے میں چور حکمرانوں کو کیا پڑی ہے ہماری حالت سنوارنے کی یا ہمارے دین و دنیا کی فکر کرنے کی؟

جب انسان کے اندر احساس زیاں مرجائے اور دلدل اور کیچڑ کو نرم و گداز بستر سمجھ کر خوب خرگوش کے مزے لیے جارہے ہوں تو پھر ایسے لوگوں کو اللہ بھی انہی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے. جب انسان کا دل مردہ ہوجائے یعنی اپنے لگاتار گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہوجائے، اس کا ضمیر مرجائے تو پھر اسے اپنی کوئی برائی برائی اور کوئی گناہ گناہ نہیں لگتا اور وہ اپنے ہر برے کام کے لیے کوئی نہ کوئی دلیل نکال ہی لیتا ہے.

★

یہ امر انتہائی نقصان کا باعث ہے کہ آج ہم دین حق اسلام کی روشن تعلیمات کو چھوڑ کر مادر پدر آزاد اور اغیار کی بے ہودہ اور بد تہذیب عادات کے گرویدہ بنتے چلے جا رہے ہیں. ہماری نوجوان نسل مذہبی حدود و قیود کو پابندی کا نام دے کر یہود و نصاری کے نقش قدم پر چل کر روز بروز مذہب سے دور ہوتی جا رہی ہے. اور کھلم کھلا اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جا رہا ہے. اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کو دقیانوس اور تنگ نظر جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے. جس طرح یہود و نصاری نے الہامی کتابوں کے حامل ہونے کے باوجود اپنی مذہبی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا تھا اور ان میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں کیں، اسی طرح ہم بھی اپنی مرضی کا اسلام چاہتے ہیں اور قرآن و حدیث میں سے اپنی سوچ اور ذہن کے مطابق تاویلیں نکالتے ہیں.

چونکہ قرآن مجید لوح محفوظ میں ہے اور ابد تک اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا اس لیے اس کے معانی اور مطالب کو توڑ موڑ کر پیش کیا جاتا ہے. نئی تہذیب و تمدن ہمارے مسلم معاشرے پر کتنے برے اثرات ڈال سکتی ہے، اس کا اندازہ شاعر مشرق کو ایک صدی پہلے ہی ہو گیا تھا، اسی لیے آپ نے فرمایا تھا کہ:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اور اس نئی تہذیب سے ان کی مراد مغربی تہذیب ہی تھی.

اللہ تعالی ہمیں دوسرے مذاہب کی اندھی تقلید سے بچائے اور دور حاضر کے تمام فتنوں سے ہمیں اور ہماری ذریت کو اپنی امان میں رکھے.. آمین

★

ننھا سپہ سالار

بارہ سال کا ایک بچہ ہاتھ میں تلوار پکڑے تیز تیز قدموں کے ساتھ ایک طرف لپکا جارہا تھا۔ دھوپ بھی خاصی تیز تھی، بستی میں سناٹا طاری تھا، یوں لگتا تھا جیسے اس بچے کو کسی کی پروا نہیں۔ لپکتے قدموں کا رخ بستی سے باہر کی طرف تھا، چہرہ غصے سے سرخ تھا، آنکھیں کسی کی تلاش میں دائیں بائیں گھوم رہی ہیں، اچانک ایک چٹان کے پیچھے سے ایک سایہ لپکا۔ بچے نے تلوار کو مضبوطی سے تھام لیا۔ آنے والا سامنے آیا تو بچے کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔

ہاتھ میں تلوار اور چہرے پر حیرت اور مسرت کی جھلملاہٹ دیکھ کر آنے والے نے شفقت سے پوچھا:

"میرے پیارے بیٹے! ایسے وقت میں تم یہاں کیسے ؟"

بچے نے جواب دیا: "آپ کی تلاش میں۔"

اس بچے کا نام زبیر رضی اللہ عنہ تھا۔ باپ کا نام عوام اور ماں کا نام صفیہ رضی اللہ عنھا تھی۔

یہ بچہ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پھوپی زاد بھائی تھا۔

قصہ یہ پیش آیا تھا کہ مکہ مکرمہ میں افواہ پھیلی کہ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کفار نے پہاڑوں میں پکڑ لیا ہے۔ مکہ میں دشمن تو بہت زیادہ تھے، اس لیے ایسا ہو بھی سکتا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جن کی عمر بارہ سال تھی فوراً تلوار اٹھائی اور اکیلے ہی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

آخر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم مل گئے۔ پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حالت میں دیکھ کر حیرت سے پوچھا:

"اگر واقعی مجھے پکڑ لیا گیا ہوتا تو پھر تم کیا کرتے۔"

اس بارہ سالہ بچے نے جواب دیا:

"میں مکّہ میں اتنے قتل کرتا کہ ان کے خون کی ندیاں بہادیتا اور کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔"

پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ بات سن کر مسکرا پڑے اور اس جرأت مندانہ انداز پر اپنی چادر مبارک انعام کے طور پر عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی۔

جبرائیل (علیہ السلام) آسمان سے نازل ہوئے اور عرض کیا زبیر کو خوش خبری دے دیں کہ اب قیامت تک جتنے لوگ اللہ کے راستے میں تلوار اٹھائیں گے، ان کا ثواب زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی ملے گا۔

میری مرضی

مومنہ ہاتھ میں ڈیجیٹل تسبیح لیے یونیورسٹی بلڈنگ کی بالکونی میں ملائقہ کے ساتھ کھڑی تھی۔ ہلکی ہوا چل رہی تھی مومنہ منہ میں کچھ پڑھتی رہتی تھی اور ساتھ میں ملائقہ کی باتیں سنتی رہتی۔ مومنہ سادہ مزاج لڑکی تھی۔ ملائکہ سے دوستی اس وجہ سے تھی کیونکہ ملائکہ اس سے دوستی رکھنا چاہتی اس کا ماننا تھا کہ اس کو کوئی زیادہ سن سکتا ہے تو وہ مومنہ ہے۔ مومنہ کم بولنے اور کم دوست رکھنے والی لڑکی تھی۔ "پتہ نہیں ہر وقت کیا پڑھنے کی عادت ہے تم نے کبھی بتایا نہیں تم کیا پڑھتی رہتی ہو خیر مجھے کیا یونیورسٹی کے آخری دن چل رہے تم آگے کیا کرو گی چار سال تو تم نے اس تسبیح کے ساتھ گزار دیے نہ اتنے دوست بنائے اور نہ ہی تمہیں اس یونیورسٹی میں کوئی جانتا ہے وہ تو میں ہی تھی جو تمہارے ساتھ رہی اب پتہ نہیں آگے تمہیں کوئی منہ لگاتا ہے یا نہیں تم ویسے ناکام ہی رہو گی تمہارے پاس تو بولنے کے لئے الفاظ ہی نہیں ہوتے چلو ویسے آج ہی بتادو تم آگے کیا کرو گی" ملائقہ نے اڑتے بالوں کو آنکھوں سے پیچھے کیا۔

مومنہ نے مسکراتے ہوئے کہا" دیکھو اللہ نے ہمارے لئے کوئی بہتر معاملہ رکھا ہو گا اب میں گھر کی طرف توجہ دوں گی امی کے ساتھ گھر کے معاملات دیکھوں گی ان کو بھی میری ضرورت ہے "مومنہ کہتے ہوئے پھر تسبیح کرنا شروع ہو گئی۔ ملائقہ نے گہری سانس لی اور چیخ کر کہا" اف۔۔۔ تم کب سدھرو گی مومنہ اتنی تعلیم حاصل کر کے بھی تمہاری سوچ چھوٹی رہ گئی ہے ہمیں آگے اپنے بارے میں سوچنا ہے اب ان ماں باپ بزرگوں کے پیچھے نہیں چلنا انہوں نے ویسے ہی ملک کے حالات کا بیڑا بیٹھا دیا ہے اب ہماری باری اپنی تعلیم کو گھر کی چار دیواری میں دفن مت کرو اور باہر نکلو اپنے لئے یہ ہماری زندگی ہمیں اپنے متعلق سوچنے کا پورا حق دیتی ہے تم دیکھو ان چار سالوں میں یہ اسکارف تمہارے سر سے نہیں اترا کیا تمہیں گرمی نہیں لگتی مجھے دیکھو میں ایک سکون کی زندگی گزار رہی ہوں میں کسی کی پابند نہیں ہو میرے ابو بھی میرے معاملے میں نہیں بولتے "ملائکہ کہتی ہوئی رکی تو مومنہ نے پوچھا" تو کیا یہ تمہیں اچھا لگتا ہے یہ سب اور تم ان سب میں اپنا مستقبل کہاں دیکھتی ہو"۔

ملائکہ مومنہ کے سوال پر پرجوش ہو کر بولی" میں اپنا مستقبل شاندار دیکھتی ہوں دیکھو اگر میں لڑکی ہوں تو کیا اب میں اپنے آپ کو کفن دفن میں رکھو نہیں میں آزاد ہو میں ہر اس لڑکی کی آواز بنوں گی جو اس خاندانی قید سے آزاد ہونا چاہتی ہے ہم خواتین ہے کسی کی غلام نہیں، ہمارا جو دل چاہے ہم پہن سکتی ہے ہمارا جو دل چاہے ہم بن سکتی ہے ہم مردوں سے آگے نکل سکتی ہم اپنی مرضی کر سکتی ہے، شادی پر بھی ہماری مرضی اور شادی کے بعد بھی برابری کے حقوق، کام کرنے کی آزادی ملائکہ ایک آواز ہے جو پورے ملک میں گونجے گی، مومنہ تم جیسی لڑکیوں کی وجہ سے ہم اس غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتی ہمیں انہوں نے سمجھ کیا رکھا کھلونا نہیں ہم کھلونا نہیں یہاں پر صرف ہماری مرضی چلے گی ہم لڑکیاں گھر سے ریاست تک حکمرانی کر سکتی ہے ہم نے حیا کی کوئی ٹھیکے دار نہیں اور تم دیکھنا ایک دن ملائکہ یہ مرضی کا قانون پورے ملک پر لاگو کرے گی" ملائقہ خاموش ہو گئی مگر مومنہ اس کا چہرہ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ "کیا کہتی ہو مومنہ بنو گی میرے سفر میں ہم سفر" ملائکہ نے کہا۔ "نہیں ملائکہ میرے اوپر صرف اللہ کی مرضی چلتی ہے "مومنہ نے کہا۔ "اف۔۔

یار پتہ نہیں تم کب بدلو گی اللہ ہی تمہارا مالک ہے" ملائکہ نے کہا تو مومنہ نے فوراً کہا" اور محافظ بھی" جس پر مومنہ مسکرا دی اور ملائقہ نے قہقہ لگایا اور دونوں کلاس میں چلی گئی۔ یونیورسٹی کچھ دنوں بعد ختم ہو گئی۔ ملائقہ نے جو کہا وہ کر کے دکھایا۔

دن اور راتوں کا سفر چلتا رہا اور ملائکہ لڑکیوں کی فوج بناتی رہی ملائکہ نے تحریک چلائی دنیا میں جہاں تک ہو سکا اس نے اپنی آواز پہنچائی بہت سی ملائکہ کی ہم خیال خواتین اس کے ساتھ سفر میں نکل پڑی۔ اس نے یہ ثابت کرنے کے لئے دن رات ایک کیا کہ خواتین اپنی مرضی کی مالک اور اس مرضی پر کوئی مالک نہیں رہ سکتا۔ ملائکہ کو کون پسند کرتا تھا یا کون نہیں اس سے اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ہر جگہ اس کے نظریے کو دکھایا جاتا اس سے سوالات کیے جاتے اور وہ بے دھڑک جواب دیتی۔ وہ ایک باغی عورت کے طور پر سامنے آئی تھی۔ ملائکہ اب اپنا منہ چھپا کر رکھتی تھی۔ اس کے ہم سفر بھی اس سے کنارہ کر چکے تھے۔ اس کو اپنا چہرہ چھپانے کے لئے پورا شہر تنگ نظر آنے لگا تھا۔ اپنے قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اور کسی کو اس نے اپنا بنایا نہیں تھا۔ اس کا نظریہ اس کے لئے گالی بن چکا تھا۔ جو دیکھ رہے تھے وہ ہنس رہے تھے اور جن کو وہ دیکھنا چاہتی وہ اس کی شکل سے تھک چکے تھے۔ عمر زوال کا شکار تھی۔ ایک دن اس نے اپنی جاننے والی سے کہا" مجھے کوئی حل بتاؤ میں کیا کروں" اس نے ایک عورت کا نمبر دیا اور کہا" جاؤ اس سے ملو شاید کوئی راستہ مل جائے"۔ لمبے انتظار کے بعد ملائکہ کمرے میں داخل ہوئی۔ داخل ہوتے ہی اس کا جسم ہلکا محسوس ہونے لگا اس نے سامنے بیٹھی شہر کی نامور اور معزز خاتون کا چہرہ دیکھا جس کا پتہ رکھنے اور بتانے میں لوگ فخر محسوس کرتے ہیں تو ملائکہ کی آنکھیں نم اور دل مٹھی میں آ گیا۔" مومنہ تم آج بھی اس شہر میں کوئی مجھے نہیں سننا چاہتا آج میں تم سے فریاد کرتی ہو مجھے بچا لو"۔

مومنہ آج بھی تسبیح لیے بیٹھی تھی۔ اس نے ملائکہ کو اسی طرح مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا۔" عورت کا مقام واضح ہے دین میں مکمل طور پر عورت کو حقوق حاصل ہے دین ہی ہے جس نے عورت کو وہ مقام اور مرتبہ عطا کیا جو پہلے حاصل نہیں تھا، جو حد اللہ پاک نے مقرر کر دی ہے اس پر ایک عورت ہی کیا مرد کو بھی اجازت نہیں کچھ کہنے کی تم چاہتی تھی تمہاری مرضی چلے تمہیں کھلی اجازت ملی تھی اپنی مرضی کرنے کی تم کامیاب ہو گئی ملائکہ مگر نتیجہ وہی ہو گا جو اللہ کی مرضی ہو گی، ہماری مرضی کا ایک ہی مالک ہے اور وہ اللہ ہے، حیا ہمارا لباس ہے، عورت اپنی مرضی سے عورت نہیں بنتی اللہ کے حکم سے بنتی ہے اس کے بننے کے بعد بھی اللہ کا ہی حکم اس پر چلتا ہے تمہارے نظریے سے کتنے لوگوں کی زندگیاں گناہوں کی نظر ہوئی ہو نگی اب بتاؤ کیا چاہتی ہو تم مجھ سے میں تمہیں دے بھی کیا سکتی ہوں تم پر تو میری مرضی نہیں چل سکتی نا" مومنہ خاموش ہو گئی۔

" مجھے دعا چاہئے تم سے، تمہاری سنتا ہے اللہ مومنہ میری زندگی بچا لو مجھے راستہ دکھاؤ" ملائکہ رونا شروع ہو گئی۔ مومنہ نے دراز کھولا اور اس میں سے ایک تسبیح نکالی اور ملائکہ کی طرف کی اور کہا" یہ استغفار کی تسبیح کرو اور ان سب سے معافی مانگوں جن کو تم نے اس راستے میں ہم سفر بنایا اور اب یاد رکھنا جس کی زندگی ہے اس زندگی میں قانون بھی اس کا ہو گا اور مرضی بھی اس کی ہو گی تو اس کی مرضی پر زندگی گزارنے والوں کو وہ کبھی مایوس نتیجوں کا سامنا نہیں کرواتا" مومنہ کہتی ہوئی خاموش ہو گئی۔ کمرے سے باہر آتے ہوئے ملائکہ نم آنکھوں سے تسبیح پر انگلیاں پھیر رہی تھی اور زبان ایک ہی ورد میں مصروف تھی" استغفر اللہ۔۔۔"۔

★

غلامی

انگریز افسران، جنہوں نے ہندوستان میں ملازمت کی، جب واپس انگلینڈ جاتے تو انہیں وہاں پبلک پوسٹ / ذمہ داری نہ دی جاتی۔ دلیل یہ تھی کہ تم نے ایک غلام قوم پر حکومت کی ہے جس سے تمہارے اطوار اور رویے میں فرق آیا ہو گا۔ یہاں اگر اس طرح کی کوئی ذمہ داری تمہیں دی جائے تو تم آزاد انگریز قوم کو بھی اسی طرح ڈیل کرو گے۔ اس مختصر تعارف کے ساتھ درج ذیل واقعہ پڑھیے

ایک انگریز خاتون جس کا شوہر برطانوی دور میں پاک وہند میں سول سروس کا آفیسر تھا۔ خاتون نے زندگی کے کئی سال ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گزارے۔ واپسی پر اپنی یادداشتوں پر مبنی بہت ہی خوبصورت کتاب لکھی۔

خاتون نے لکھاہے کہ میرا شوہر جب ایک ضلع کا ڈپٹی کمشنر تھا اُس وقت میرا بیٹا تقریباً چار سال کا اور بیٹی ایک سال کی تھی۔ ڈپٹی کمشنر کو ملنے والی کئی ایکڑ پر محیط رہائش گاہ میں ہم رہتے تھے۔ ڈی سی صاحب کے گھر اور خاندان کی خدمت گزاری پر کئی سو افراد مامور تھے۔ روز پارٹیاں ہوتیں، شکار کے پروگرام بنتے ضلع کے بڑے بڑے زمین دار ہمیں اپنے ہاں مدعو کرنا باعث فخر جانتے، اور جس کے ہاں ہم چلے جاتے وہ اسے اپنی عزت افزائی سمجھتا۔ ہمارے ٹھاٹھ ایسے تھے کہ برطانیہ میں ملکہ اور شاہی خاندان کو بھی مشکل سے ہی میسر تھے۔

ٹرین کے سفر کے دوران نوابی ٹھاٹھ سے آراستہ ایک عالیشان ڈبہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی فیملی کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ جب ہم ٹرین میں سوار ہوتے تو سفید لباس میں ملبوس ڈرائیور ہمارے سامنے آکر دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا۔ اور سفر کے آغاز کی اجازت طلب کرتا۔ اجازت ملنے پر ہی ٹرین چلنا شروع ہوتی۔

ایک بار ایسا ہوا کہ ہم سفر کے لیے ٹرین میں بیٹھے تو روایت کے مطابق ڈرائیور نے حاضر ہو کر اجازت طلب کی۔ اس سے پہلے کہ میں بولتی میرا بیٹا بول اٹھا جس کا موڈ کسی وجہ سے خراب تھا۔ اُس نے ڈرائیور سے کہا کہ ٹرین نہیں چلانی۔ ڈرائیور نے حکم بجا لاتے ہوئے کہا کہ جو حکم چھوٹے صاحب۔ کچھ دیر بعد صورتحال یہ تھی کہ اسٹیشن ماسٹر سمیت پورا عملہ جمع ہو کر میرے چار سالہ بیٹے سے درخواست کر رہا تھا، لیکن بیٹا ٹرین چلانے کی اجازت دینے کو تیار نہیں ہوا۔ بالآخر بڑی مشکل سے میں نے کئی چاکلیٹس دینے کے وعدے پر بیٹے سے ٹرین چلوانے کی اجازت دلائی تو سفر کا آغاز ہوا۔

چند ماہ بعد میں دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنے واپس برطانیہ آئی۔ ہم بذریعہ بحری جہاز لندن پہنچے، ہماری منزل ویلز کی ایک کاونٹی تھی جس کے لیے ہم نے ٹرین کا سفر کرنا تھا۔ بٹی اور بیٹے کو اسٹیشن کے ایک بینچ پر بٹھا کر میں ٹکٹ لینے چلی گئی، قطار طویل ہونے کی وجہ سے خاصی دیر ہو گئی، جس پر بیٹے کا موڈ بہت خراب ہو گیا۔ جب ہم ٹرین میں بیٹھے تو عالیشان کمپاونڈ کے بجائے فرسٹ کلاس کی سیٹیں دیکھ کر بیٹا ایک بار پھر ناراضگی کا اظہار کرنے لگا۔ وقت پر ٹرین نے وسل دے کر سفر شروع کیا تو بیٹے نے

با قاعدہ چیخنا شروع کر دیا۔ وہ زور زور سے کہہ رہا تھا، ”یہ کیسا الو کا پٹھا ڈرائیور ہے۔ ہم سے اجازت لیے بغیر ہی اس نے ٹرین چلانا شروع کر دی ہے۔ میں پاپا سے کہہ کر اسے جوتے لگواؤں گا۔ “

میرے لیے اُسے سمجھانا مشکل ہو گیا کہ ”یہ اُس کے باپ کا ضلع نہیں ایک آزاد ملک ہے۔ یہاں ڈپٹی کمشنر جیسے تیسرے درجہ کے سرکاری ملازم تو کیا وزیر اعظم اور بادشاہ کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اپنی انا کی تسکین کے لیے عوام کو خوار کر سکے“۔

آج یہ واضح ہے کہ ہم نے انگریز کو ضرور نکالا ہے۔ البتہ غلامی کو دیس سے نکالا نہیں جا سکا۔ یہاں آج بھی کئی ڈپٹی کمشنرز، ایس پیز، وزرا، مشیران، سیاست دان اور جرنیل صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے عوام کو گھنٹوں سڑکوں پر ذلیل و خوار کرتے ہیں۔۔

شہاب نامہ

مزاح بخیر

سہیل بھائی جان کو بہت اچھی ملازمت مل گئی تھی جس کی خوشی میں امی نے خاندان بھر میں مٹھائی تقسیم کی تھی ابو جی کے کہنے پر ہم شاہدہ خالہ کے ہاں بھی مٹھائی لے کر گئے امی کے ساتھ چند دن پہلے ہی ان کی کسی بات پر نوک جھونک ہو گئی بلکہ بات بڑھ کر جھگڑے کی صورت اختیار کر گئی تھی دونوں ہی نے جینا مرنا ختم کرنے کی قسم کھالی تھی خاندان کے کچھ لوگ امی کی طرف داری اور کچھ شاہدہ خالہ کی حمایت میں تھے، جب ہم دونوں بھائی مٹھائی لے کر گئے تو نہ صرف انہوں نے مٹھائی لینے سے انکار کر دیا بلکہ غصے میں باتیں بھی سنائیں، لے جاؤ مٹھائی اس سے بہتر ہے کہ میں زہر کھالوں وہ غصے سے بولیں اور ہم سر جھکائے باہر نکل آئے، منے اگر یہ باتیں امی کو پتا چلیں تو جانتے ہو نا کیا ہو گا؟ باہر نکل کر وہ ہم سے بولے ہم نے سمجھ داری سے سر ہلا دیا ایک پارک میں بیٹھ کر مزے سے مٹھائی کھائی تھوڑی دیر چہل قدمی کی اور پھر گھر آ گئے،

لے لی انہوں نے مٹھائی کچھ کہا تو نہیں؟ امی جی کا لہجہ تفتیشی بھرا تھا، جی نہیں انہوں نے تو کچھ بھی نہیں کہا بلکہ آپ کو بہت بہت مبارک باد دے رہی تھیں بڑی تواضع کی ہماری بھیا نے سب اچھا کی رپورٹ دی اور وہ خوش ہو گئیں یہ انہوں نے اچھا کیا انسان کو دل میں کوئی رنجش نہیں رکھنی چاہیے شاہدہ باجی ذرا جذباتی قسم کی ہیں لیکن دل کی بہت اچھی ہیں وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں، جاؤں گی کسی دن ان سے ملنے مطمئن اور مسرور کیفیت میں کہہ رہی تھیں، ہم نے سوالیہ نگاہوں سے بھائی کی طرف دیکھا جواباً انہوں نے ہمیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا، چند دن کے بعد مسرت پھوپھی کے گھر ایک اہم تقریب ہو رہی تھیں جہاں سب کا جمع ہونا بہت ضروری تھا اُف آگے کیا ہو گا یہ سوچتے ہوئے ہم گاڑی میں بیٹھ گئے اور سہیل بھائی نے گاڑی آگے بڑھا دی مسرت پھوپھونے گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا ابو جی نے مٹھائی اور تحائف ان کے حوالے کیے اور دیگر افراد کے ساتھ جا بیٹھے، ہم امی جی کی طرف دیکھ رہے تھے ہال میں نظر دوڑاتے ہوئے ان کی نگاہ شاہدہ خالہ پر پڑی اور وہ تیر کی مانند ان کی طرف بڑھیں سہیل بھائی امی جی کے پیچھے پیچھے تھے اور ہم سہیل بھائی کے پیچھے،

السلام و علیکم باجی کیسی ہیں آپ؟ امی نے گرم جوشی سے سلام کیا تو ہم ہونق بنے کھڑے تھے شاہدہ خالہ کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہو گئیں وہ منہ ہی منہ میں جواب دیتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں مبارک ہو باجی سنا ہے حامد میاں نے میٹرک میں ٹاپ کیا ہے امی خوش دلی سے بولیں تو پتا چل گیا تمہیں اب بھلا اس رسمی مبارک کی کیا ضرورت تھی شاہدہ خالہ کے روکھے لہجے پر امی ذرا چونکیں لیکن آپ نے بھی تو اب مجھے سہیل کو ملازمت ملنے کی مبارکباد نہیں دی مٹھائی تو ہم نے بجھوائی تھی معاملہ بگڑتا دیکھ کر سہیل بھائی کھنکھارنے لگے،

ارے کیسی مٹھائی،،،، ہم نے کب رکھ لی تھی اس سے پہلے کہ دوسرا جملہ امی کے کانوں تک پہنچتا ہم نے ایک زوردار چیخ ماری،

★

"او،،،، آ،،،،ہائے امی جی کہتے ہوئے ہم نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا،

ارے کیا ہوا میرے بچے کو اچانک یہ کیا ہو گیا؟ حسب توقع امی گھبرا اُٹھیں دانت میں درد ایک اور چیخ مار کر ہم نے اپنی تکلیف کی وضاحت کی شاہدہ خالہ نے امی کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا نائلہ تم ہٹو ذرا تم میں تو ذرا حوصلہ نہیں ہے کسی بھی بات کا فوراً گھبرا جاتی ہو آو بیٹا فائق دانت درد کا علاج ہے میرے پاس ایسے ہی موقع کے لئے پرس میں کچھ نہ کچھ لے کر نکلتی ہوں شاہدہ خالہ نے ہمارا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف لے چلیں سہیل بھائی امی کو تسلی دے رہے تھے اور پھر انہوں نے رُخ موڑ کر ہماری جان دار اداکاری پر ہمیں بھرپور مسکراہٹ سے نوازا ورنہ نیکی برباد ہوتی اور گناہ لازم ہوتا۔

کروناوائرس کی ایک دوسری لہر

پیارے بچو! پاکستان میں کروناوائرس کی دوسری لہر کے پیش نظر حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ 26 نومبر سے 11 جنوری تک پاکستان کے تمام تعلیمی ادارے بند رہیں گے۔ اس فیصلہ کا اطلاق فوری طور پر ہو گا اور یہ 31 جنوری 2021 تک نافذ العمل رہے گا۔

متعدد اضلاع کے تعلیمی سربراہان نے چھٹیوں کی حمایت کر دی۔ سربراہان نے موقف اپنایا کہ کرونا کیسز میں اضافہ ہو رہا ہے، طلبا اور اساتذہ کی زندگیاں داؤ پر ہیں لہذا فی الوقت چھٹیاں دے کر تعلیمی سال میں توسیع کر دی جائے۔

پیارے بچو! امریکہ 'برطانیہ 'چین 'جاپان سمیت درجنوں ممالک نے کروناوائرس کے خطرے کے بعد تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے ہیں 'لیکن وہاں تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

ان ممالک میں تعلیمی ادارے نہ صرف طالب علموں کو روٹین کے لیکچر دے رہے ہیں بلکہ ان کے امتحانات بھی لئے جا رہے ہیں اور یہ سب آن لائن ایجوکیشن کے ذریعے کیا جارہا ہے۔

کرونا کو عالمی ادارہ صحت نے وبا قرار دے دیا ہے اور اس سے نمٹنے کے لئے کھربوں ڈالر بھی مختص کر دیئے ہیں۔

تقریباً تمام ممالک میں اہم تقریبات 'سیمینارز اور عوامی اجتماعات پر پابندی لگائی جاچکی ہے۔ اس ساری صورتحال میں سب سے زیادہ نقصان تعلیم کا ہو سکتا ہے 'لیکن ان ممالک نے بروقت آن لائن ایجوکیشن کو اپنا کر اس مسئلے کا حل بھی نکال لیا ہے۔

پاکستان میں بظاہر صورتحال قابو میں ہے لیکن جس طرح کیسز رپورٹ ہو رہے ہیں حکومت کو تمام تدابیر کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ کسی بھی ہنگامی صورتحال کے باعث تعلیم کا سلسلہ برقرار رہنا چاہیے اس کے لئے محکمہ تعلیم کو جدید خطوط پر استوار کرنا ہو گا۔

جو نصاب پڑھایا جارہا ہے اسے آن لائن منتقل کرنا ہو گا۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ ای لرن کے نام سے پہلے ہی پنجاب آئی ٹی بورڈ کی وضع کردہ ایک موبائل ایپ اور ویب پورٹل تین سال سے انٹرنیٹ پر دستیاب ہے جس میں پہلی سے بارہویں تک کے طلبہ کی تمام سائنسی کتب رکھی گئی ہیں۔

ان کتب کو ڈیجیٹل انداز میں اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ طالب علم بغیر کسی ٹیوشن یا مدد کے خود بھی کتب کے اسباق کو سمجھ اور یاد کر سکتے ہیں۔ مضامین کو ویڈیوز 'اینی میشن اور آڈیو مثالوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے تاکہ طلبہ کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے، چنانچہ جو طالب علم پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کا سلیبس اپنے سکولوں پر پڑھ رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ گھروں میں فارغ بالکل مت بیٹھیں۔

وہ ان چھٹیوں کو ضائع مت کریں اور صرف کروناوائرس کی خبریں سننے اور اس بحثیں کرنے کی بجائے زندگی کو روٹین میں جاری

★

رکھنے کی کوشش کریں۔ جس گھر میں ایک سے زیادہ بچے ہیں تو بڑے بچے چھوٹے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کے ہمسائے میں طالب علم ہیں تو ان کو بھی ایک واٹس ایپ گروپ بنا کر شامل کیا جا سکتا ہے۔

ان گروپس میں بچے روزانہ کے لیکچرز ترتیب دے سکتے ہیں اور کسی کو کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اسے ویڈیو کال پر سمجھایا جا سکتا ہے۔ اس طرح بچوں میں ٹیکنالوجی کے استعمال کی مہارت آئے گی، ان کا نصاب کور ہو جائے گا اور وہ فارغ بیٹھنے سے بھی بچ جائیں گے۔

بالعموم چھٹیوں کا لفظی ترجمہ ہمارے اذہان میں سیر و تفریح، نیند پوری کرنے اور پارٹیوں یا بچوں کے نانکے جانے کی صورت میں آتا ہے جو کسی طور درست نہیں۔ ہفتہ وار چھٹی پر بھی بہت سے لوگ یونہی بیکار پڑے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں' وہ ویک اینڈ بڑے مزے میں گزار رہے ہیں۔

آپ کسی مزدور سے پوچھیں کہ اس کی چھٹی کیسے گزرتی ہے تو وہ آپ کو بتائے گا کہ اس کا جسم چھٹی والے دن درد کرتا ہے کیونکہ اس دن وہ کام نہیں کر رہا ہوتا۔ ہم اگر سکول یا دفاتر سے چھٹی والے دن فارغ ہوتے ہیں تو ہمیں اس وقت کے مثبت استعمال کا علم ہونا چاہیے۔

میں نے جن لوگوں سے بھی پوچھا ہے کہ آپ کے بچے ان چھٹیوں میں کیا کریں گے تو وہ بڑے پریشان دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "وائرس کی وجہ سے بچے گھر پر رہیں گے، وہ گھروں میں کیا کریں گے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا، بڑے بچے تو خود پڑھ لیں گے چھوٹے بچوں کو کیسے سمجھائیں۔

تو چھوٹے بچوں کو چاہیئے اپنی کتابیں پڑھتے رہیں، اچھے اچھے کارٹون دیکھیں لیکن زیادہ وقت ٹی وی اور موبائل دیکھنے میں نہ گزاریں۔ اور سب اللہ سے دعا کریں کہ اس وباء سے ہمیں محفوظ فرمائے۔ (آمین)

اہلِ قلم

پاکستانی ڈراما نگاری کی کہکشاں سے ایک روشن ستارہ ٹوٹا اور ہم ایک عظیم ڈراما نگار سے محروم ہو گئے۔ وہ اپنے نام کی طرح، روح سے دلکشی اور زندگی کی خوبصورتیوں کو اپنے کرداروں کے ذریعے، ٹیلی وژن کی اسکرین پر پیش کرنے والی ایسی حسینہ تھیں جن کے یہاں تہذیب و اقدار کی پیروی کرنا معین تھا۔

وہ حسینہ معین تھیں، جنہوں نے صرف ڈراما نگاری کو ہی اپنی توجہ کا مرکز نہیں بنایا بلکہ اس پیشے سے کئی نسلوں کی ذہنی پرورش بھی کی۔ اپنے فرض کو مقدم جانا اور اس کام کے لیے اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ ہم کہانی کے گھنے سائے سے محروم ہو گئے ہیں۔ کہانی کے منظر نامے پر اداسی ہے۔ ان کے تخلیق کردہ کردار بھی اس وقت دلگیر ہیں۔ ڈرامے کی دنیا میں تہذیب کی روشن علامت اور ہر دل عزیز شخصیت ہم سے رخصت ہوئی۔

حسینہ معین کو سب حسینہ آپا بھی کہتے تھے کیونکہ وہ اس قدر شفقت اور محبت سے لبریز لہجے میں گفتگو کرتی تھیں کہ کوئی وجہ نہ ہوتی کہ ان سے ذاتی تعلق نہ بنالیا جائے۔ وہ پورے پاکستان کی حسینہ آپا تھیں۔

ان کی ذاتی زندگی اور پیشہ ورانہ زندگی کے بارے میں تصور کیا جائے تو یہ 10، 20 برسوں کی بات نہیں بلکہ نصف صدی پر پھیلا ہوا سلسلہ ہے۔ انہیں دیکھنے کے بعد ہمیں سمجھ آتا ہے کہ کسی فن کے لیے اپنی زندگی کو تج دینا کیا ہوتا ہے اور کسی پیشے کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دینے کی قربانی کیا ہوتی ہے۔

وہ بطور کہانی نویس اور ڈراما نگار مختلف ذرائع (میڈیمز) کے لیے لکھتی رہیں۔ انہوں نے ابتدائی طور پر بچوں کے معروف رسالے 'بھائی جان' سے لکھنے کی شروعات کی۔ یہ وہ دور تھا جب اس رسالے میں آج کے کئی نامور لوگ لکھ رہے تھے، جیسے رضا علی عابدی، غازی صلاح الدین اور دیگر، ان کے ہمراہ حسینہ آپا بھی اپنی جگہ بنا رہی تھیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ زمانہ طالب علمی میں بھی لکھنے کے حوالے سے متحرک رہیں اور اسکول کی طرف سے طلبا کے تحریری مقابلوں میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ انہوں نے 7 ویں جماعت سے لکھنے کی شروعات کی اور اس دور میں بہت سارے اعزازات اپنے نام کیے۔

حسینہ معین 20 نومبر 1941ء کو غیر منقسم ہندوستان کے شہر کانپور میں پیدا ہوئیں اور 26 مارچ 2021ء کو کراچی میں انتقال کیا۔ انہوں نے ابتدائی زندگی کے چند برس ہندوستان میں گزارے، پھر اپنے خاندان کے ہمراہ پاکستان ہجرت کر کے راولپنڈی میں سکونت اختیار کی۔ چند برسوں کے بعد 1950ء کی دہائی میں اپنے اہل خانہ کے ہمراہ کراچی منتقل ہو گئیں۔ 1960ء میں گورنمنٹ کالج برائے خواتین سے گریجویشن کیا اور جامعہ کراچی سے 1963ء میں تاریخ کے موضوع پر ماسٹرز کی سند حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرتے ہی وہ تدریس کے شعبے سے وابستہ ہو گئیں۔ طویل عرصہ خدمات انجام دیں اور پرنسپل کے عہدے تک پہنچیں۔ ★

ریڈیو پاکستان سے لکھنے کا پیشہ ورانہ آغاز کیا۔ ریڈیو پاکستان کے مشہور زمانہ پروگرام 'اسٹوڈیو نمبر 9' کے لیے صوتی کھیل لکھے۔ ڈرامانگاری کے حوالے سے ان کی زندگی میں ڈرامائی موڑ تب آیا جب 1969ء میں پاکستان ٹیلی وژن کراچی مرکز سے انہیں ایک ڈراما لکھنے کی پیشکش کی گئی۔ معروف شاعر افتخار عارف اسکرپٹنگ کے شعبے کے سربراہ تھے، انہوں نے حسینہ آپا کو راغب کیا کہ وہ ڈرامانگاری کریں۔ انہوں نے اس وقت عید کے لیے ایک خصوصی کھیل 'عید کا جوڑا' لکھا جس کے مرکزی کرداروں میں نیلوفر علیم اور طلعت حسین تھے جبکہ معاون کرداروں میں عشرت ہاشمی اور خالد نظامی تھے۔ یہ ڈراما بہت پسند کیا گیا۔

انہوں نے اسی دور میں کچھ ڈرامے تھیٹر کے لیے بھی لکھے جو اسٹیج بھی ہوئے، مگر بہت جلد ان کی پوری توجہ ٹیلی وژن کے لیے ڈرامانگاری کی طرف ہو گئی۔ 1970ء کی دہائی سے لے کر اگلے 40 برس تک وہ ٹیلی وژن کے لیے ڈرامانگاری کرتی رہیں اور بے پناہ شہرت سمیٹی۔ ان کا پہلا ڈراما سیریل 'شہزوری' تھا جس کو انہوں نے مرزا عظیم بیگ چغتائی کے ناول سے ماخوذ کیا تھا۔ اس ڈراما سیریل نے شہرت کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے۔ اس کے بعد حسینہ معین پاکستان میں ایک مقبول ڈرامانگار بن چکی تھیں۔

حسینہ معین کا شمار ایسے قلم کاروں میں ہوتا تھا، جن کی وجہ شہرت کتاب نہیں بلکہ ریڈیو اور ٹیلی وژن کا میڈیم رہا۔ انہوں نے پاکستان میں ادبی رجحان کی ایک نئی جہت کو متعارف کروایا۔ وہ جہت ٹیلی وژن کے لیے 'اصل اسکرپٹ' تخلیق کرنا تھا۔

ماضی میں ریڈیو پاکستان کی حد تک تو اسکرپٹ کا عمل دخل تھا، مگر پاکستان ٹیلی وژن شروع ہوا تو ابتدائی طور پر جتنے ڈرامے بنائے گئے ان کی بنیاد پاکستانی ناول نگاروں کے لکھے ہوئے ناول ہوتے تھے۔ ان ناولوں سے کہانیاں ماخوذ کر کے انہیں ڈرامائی تشکیل دی جاتی تھی۔ پہلی مرتبہ حسینہ معین نے کسی کہانی کو ماخوذ کیے بنا، ٹی وی کی ضرورت کے مطابق، اسکرین کے پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے اوریجنل اسکرپٹ لکھا اور اس پر کامیاب ڈراما بنا، اس ڈرامے کا نام 'کرن کہانی' تھا۔ پاکستانی ٹیلی وژن کے لیے یہ ان کا دوسرا ڈراما تھا۔

اس کے بعد سے حسینہ معین نے بے شمار کہانیاں تخلیق کیں، اور وہ سب اسکرپٹس کی شکل میں تخلیق ہوئیں۔ کبھی ان اسکرپٹ کردہ کہانیوں کے ذریعے اسٹیج پر کھیل پیش کیے گئے، تو کبھی ان کو ریڈیو اور کبھی فلم کے پردے پر نشر کیا گیا۔ انہوں نے تھیٹر، ریڈیو اور پھر ٹیلی وژن کے لیے بے شمار ڈرامے لکھے، صرف یہی نہیں بلکہ ٹیلی وژن کے لیے ٹیلی فلمیں بھی لکھیں۔ مختلف مواقع پر خصوصی طور پر لکھے گئے ڈراموں کی روداد الگ ہے۔ 40، 50 سال پر محیط ان کی پیشہ ورانہ زندگی، ان کے لکھے گئے ڈراموں، طویل دورانیے کے کھیلوں، ٹیلی فلموں اور فیچر فلموں کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ڈراما سیریل کی فہرست:

حسینہ معین کے لکھے گئے ڈراموں میں شہزوری، کرن کہانی، انکل عرفی، زیر زبر پیش، پرچھائیاں، ان کہی، تنہائیاں، دھوپ کنارے، رومی، بندش، دُھند، بالائے جان، آہٹ، پڑوسی، کسک، تان سین، قہار، جانے انجانے، پل دو پل، دیس پردیس، آنسو، دی کیسل، ایک امید، شاید کہ بہار آئے، تیرے آجانے سے، میرے درد کو جو زباں ملی، تم سے مل کر، اک نئے موڑ پر، کیسا یہ جنون، آئینہ، چھوٹی سی کہانی، کشمکش، تنہا، سارے موسم اپنے ہیں، تنہائیاں نئے سلسلے، میری بہن مایا، انجانے نگر اور محبت ہو گئی تم سے شامل ہیں۔

★

حسینہ معین نے ہندوستان کے لیے ایک فلم 'حنا' جبکہ ایک ڈراما 'تنہا' لکھا، اس کے علاوہ ان کے ایک اور معروف ڈرامے 'دھوپ کنارے' کو ہندوستان میں دوبارہ فلمایا گیا۔ انہوں نے کئی عالمی شہ پاروں سے ماخوذ کھیل بھی لکھے، ان میں ہندوستانی ادیب مرزا عظیم بیگ چغتائی کے ناول پر مبنی ڈراما 'شہزوری'، امریکی ادیب ہنری جیمز کا ناول 'دی پورٹریٹ آف دی لیڈی'، برطانوی ادیبہ ڈیفنی ڈی موریے کا ناول 'مائی کزن ریچل' اور امریکی ادیب جان اسٹین بیک کا ناول 'پرل' شامل ہیں۔

برِ صغیر کی کلاسیکی موسیقی کے معروف موسیقار اور مغل دور کی عظیم شخصیت تان سین کی زندگی پر بھی سوانحی ڈراما لکھا۔ ان کی لکھی ہوئی ایک ٹیلی فلم 'گڑیا' نے جاپان کے شہر ٹوکیو میں بہترین اسکرپٹ کا ایوارڈ بھی جیتا۔ یہ پی ٹی وی کی پروڈکشن تھی اور شیریں خان اس کی ہدایت کارہ تھیں۔ فلم 'حنا' جس کے مکالمے حسینہ آپا نے لکھے تھے، راج کپور صاحب کی فلم تھی، ریلیز کے بعد یہ کامیاب رہی اور ہندوستان کی طرف سے یہ فلم آسکر ایوارڈز کے لیے غیر ملکی فلم کے طور پر نامزد کی گئی تھی۔

حسینہ معین نے سب سے زیادہ کام پاکستان ٹیلی وژن کے لیے کیا۔ یہاں بھی کچھ ہدایت کار ایسے ہیں، جن کے ساتھ زیادہ کام کیا، ان میں سرفہرست محسن علی، شیریں خان، شعیب منصور، شہزاد خلیل، ساحرہ کاظمی، علی رضوی، رعنا شیخ اور دیگر شامل ہیں۔

ان کے لکھے ہوئے کرداروں کو نبھانے والے فنکار بھی امر ہوگئے۔ ان کے ڈراموں سے کئی فنکاروں نے کیریئر کی ابتدا کی اور کچھ نے بے حد عروج پایا۔ ان میں سرفہرست شکیل، روحی بانو، جمشید انصاری، جاوید شیخ، راحت کاظمی، ساحرہ کاظمی، مرینہ خان، شہناز شیخ، طلعت حسین، بہروز سبزواری، ساجد حسن، خالدہ ریاست، ثانیہ سعید، روبینہ اشرف، فضیلہ قاضی، زیبا بختیار، آصف رضا میر، نادیہ جمیل، نادیہ خان، ریحان شیخ، ثمینہ پیرزادہ اور دیگر شامل تھے۔

وہ کچھ عرصے سے آرٹس کونسل آف پاکستان، کراچی سے بھی وابستہ تھیں۔ وہ وہاں گورننگ باڈی کی رکن رہیں اور ادبی کمیٹی کی سربراہی بھی کی۔ کورونا کی آمد سے قبل، گزشتہ برس میں نے ان سے ڈان اردو کے لیے بات کی، اس گفتگو میں انہوں نے بتایا کہ وہ اپنی خودنوشت لکھ رہی ہیں جو معروف اشاعتی ادارے دانیال پبلی کیشنز، کراچی سے شائع ہوگی۔

اس کے علاوہ وہ ایک ویب سیریز اور ایک فلم بھی لکھ رہی تھیں۔ میرا بھی حسینہ آپا سے ایک محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ وہ ہمیشہ بڑی شفقت سے ملتیں، پہلی مرتبہ، آج سے تقریباً ایک دہائی پہلے، میں نے ان کا انٹرویو ان کے گھر پر ہی کیا، جہاں انہوں نے میری خاطر مدارت بھی کی۔ وہ جب بھی ملتیں بہت شفقت فرماتیں۔ آخری ملاقات کچھ عرصہ قبل ڈان ٹی وی کے شو میں ہوئی تھی، جس میں مجھے ان کے ساتھ ڈرامے کے موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔ اس موقع کی ایک یادگار تصویر بھی ہے جس میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کی طرح پُرسکون دکھائی دے رہی ہیں۔

★

رمضان المبارک کی کچھ خاص تیاریاں

۱۔ اپنے کمرہ کی ترتیب کو تھوڑا سا بدل دیں اور اسکو صاف کر لیں۔

۲۔ اپنی نمازوں کے کپڑوں کو دھولیں نیز جائے نماز کو بھی دھو کر ان سب کو خوشبو لگا دیں۔

۳ -اپنے کمرہ میں ایک چھوٹا سا کونا عبادت کیلیئے بنالیں چاہے کمرہ چھوٹا اور تنگ ہی ہو۔

۴ -نماز کے کپڑے، جائے نماز اور قرآن مجید اُس کونے میں رکھ دیں اور اُسی جگہ میں اللہ کو پکاریں اور گریہ وزاری کریں تاکہ وہ جگہ آپکے حق میں قیامت کے دن گواہی دے۔

۵ -رمضان کے ہر ہفتہ میں حج وعمرہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو ہفتہ میں ایک دن یا زیادہ مقرر کر کے فجر پڑھ کر سورج کے طلوع ہونے تک دعا اور تسبیح و استغفار و قرآن کی تلاوت کرنے سے آپکو مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔

۶ -ایک باکس بنالیں اور اُس پر "رمضان سیوِنگز" لکھ لیں اور اس میں ہر روز پیسہ کی مناسب مقدار ڈالتے جائیں اور اُسے اچھے کاموں جیسے عید کے کپڑے یا یتیموں کو اِفطار وغیرہ کرانے میں لگا دیں۔

۷ -کوئی سورہ جو آپ کو پسند ہو اور آپکو محسوس ہو کہ وہ آپکے دل سے بہت قریب ہے، آپ اسکے حفظ کیلیئے اللہ سے عہد کر لیں تو آپکو اس فضیلت والے مہینہ میں بہت بڑا اُجر ملے گا۔

۸ - کثرت سے استغفار کریں اپنی حاجات استغفار سے شمار کر کے مانگیں مثلاً اللہ آپکو صالح اولاد عطا فرمائے یا آپکی پریشانی کو دور فرمائے یا.....،یا..... اور بہت چیزیں ہیں جنکا حل صرف استغفار ہے۔

۹ - تین بھائیوں یا دوستوں کیلیئے دعا روزانہ مخصوص کر لیں یعنی روزانہ مثلاً فلاں، فلاں اور فلاں کیلیئے دعا کریں اور اُن سے بھی درخواست کریں کہ وہ بھی آپکے لئے دعا کریں تو پھر آپ اسکا اچھا نتیجہ اور اثر آخر رمضان میں خود دیکھ لینگے کہ فرشتے بھی آپکے لئے وُہی اعمال لکھ دینگے۔

۱۰ -ایک بہت اچھی بات یہ کہ اگر آپ ہر روز کسی مفلس خاندان کو اپنے اِفطار میں شریک کر لیں، وہ اس طرح کہ اپنے کھانے کی مقدار کو بڑھا دیں اور انھیں اِطلاع کر دیں کہ انکا اِفطار آپکی طرف سے ہے۔

★

۱۱ - قرآن کی خوب تلاوت کیساتھ یہ نیت کرنے سے کہ آپ تین بار مکمل کرینگے تو اگر نہ بھی ہو سکے تو بھی نیت کی وجہ سے قرآن کے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ملیں گی تو رمضان میں تو اجر کتنے گُنا ہو گا لہذا موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

۱۲ - ہر روز کچھ رقم رکھ چھوڑیں اور ہر دس دن میں کسی یتیم کو صدقہ و خیرات کر دیں، اچھی مناسب رقم کی مقدار ہر روز اس فضیلت والے مہینہ میں اُن خواہشات کیلئے جوڑ رکھیں جنکو پورا کرنے کی نیت رکھتے ہوں۔

اے اللہ ہمیں رمضان تک پہنچا دے، رمضان کو زندگی کا موقع سمجھیں اور اس ماہِ خیر کو غنیمت سمجھیں، پس دنیا تو فانی ہے اور ہر چیز فانی ہے اور سوائے اعمال کے ہر گز کچھ باقی رہنے والا نہیں۔

ب سے بچ کے رہیئے

یہ نجومی لوگ بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسی بات کہہ جاتے ہیں کہ اس سے دوسروں کی زندگی خراب ہو جاتی ہے۔

ہمارے گھر کے کچھ دور ایک نجومی صاحب نے ڈیرا جما رکھا تھا۔ ایک روز میں نے سوچا کہ ان سے اپنے مستقبل کے بارے میں پوچھنا چاہیے۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے میرا ہاتھ دیکھا اور فرمانے لگے، "زندگی میں ہمیشہ "ب" سے بچ کر رہنا۔ مطلب یہ کہ اگر تمہیں زندگی پیاری ہے تو "ب" سے شروع ہونے والی چیزوں سے بچنا۔"

یہ سن کر میرا سر چکرانے لگا اور پہلی دفعہ دن میں تارے نظر آنے کا مطلب سمجھ آیا۔

میں وہاں سے کسی نہ کسی طرح اٹھا اور گھر آکر "بستر" کے بجائے فرش پر لیٹ گیا۔ امّی نے دیکھا تو کہا، "بیٹا! کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں امّی! وہ ذرا سر چکرا رہا ہے اور ہاں برائے مہربانی مجھے بیٹا نہ کہیے گا۔"

"لیکن کیوں؟ کیا تم میرے بیٹے نہیں ہو؟" امّی نے حیرت سے کہا۔

"ہوں تو، لیکن مجھے لڑکا کہیے۔" میں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ابھی میری اور امّی کی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ باجی کالج سے آ گئیں۔ ان کا موڈ خراب تھا۔ مجھے دیکھتے ہی برس پڑیں، "ارے! یہ تم فرش پر کیوں لیٹے ہو؟"

"بس آپا! ذرا گرمی لگ رہی تھی۔" میں نے بہانہ بنایا۔

"ایں! اسے کیا ہو گیا؟ یہ مجھے باجی سے آپا کہہ رہا ہے؟" انہوں نے غصے سے کہا۔

بہرحال، میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا، کیوں کہ "بیٹھنا" تو میرے نصیب میں نہ تھا۔ پھر امّی سے پوچھا، "امّی! آج کیا پکایا ہے؟"

انہوں نے کہا، "بھنڈی اور بکرے کا گوشت۔"

یہ سن کر مجھے رونا آ گیا۔ "ب" والی چیز کھانا تو دور کی بات، میں انہیں دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ خیر جناب! میں ہوٹل میں آ گیا اور دو سموسوں کا آرڈر دیا۔ بیرا سموسے رکھ کر چلا گیا۔ میرے ساتھ میز پر بیٹھا ایک شخص "برفی" کھا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میرا دماغ خراب ہو گیا اور میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔

مہینے کی "بارہ" "بیس" اور "بائیس" تاریخیں میرے لیے منحوس تھیں۔ دن میں جب بھی "بارہ" بجتے دل میں ایک ہول سا اٹھنے لگتا۔ "بادام" کی آئس کریم تو میری جان کی دشمن ہو گئی۔ ہفتے میں "بدھ" کے دن محتاط رہنا پڑتا کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آ

جائے۔ کتابوں کو اب "بستے" کے بجائے ہاتھوں میں لے جانے لگا۔ اب تو "بس" میں جاتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔ روز پیدل ہی اسکول جاتا تھا۔

سر کے "بال" جو مجھے بے حد عزیز تھے ناچار منڈوانے پڑے۔ کچھ دن پہلے ابّو نے ایک "بیکری" خریدی تھی۔ شام کے وقت وہاں بیٹھتا تھا، لیکن اب میں نے ابّو سے صاف کہہ دیا کہ مجھے معاف کر دیں، میں بیکری پر نہیں بیٹھ سکتا۔

"بقر عید" کے دنوں میں ہر طرف "بکروں" کو دیکھ کر مجھے سانس اوپر نیچے ہوتا محسوس ہوا۔ "بلال" اور "باسط" جیسے دوستوں سے دوستی چھوڑنی پڑی۔ کوئی "باتونی" شخص آ جاتا تو گھبراہٹ سی ہونے لگتی اور دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی۔ "برسات" جیسے موسم سے الجھن ہونے لگتی۔ "بارش" سے اب جان کے لالے پڑ گئے۔ "بلّی" بھی جان کی دشمن ہو گئی۔

انہی دنوں میرے دوست "بابر" کی شادی تھی۔ لازمی بات ہے "برات" بھی جانی تھی اور وہ بھی "بہاول پور"۔ ابّو نے کہا، "بیٹا! تم بہت دنوں سے کہیں نہیں گئے۔ "بابر" تمہارا دوست بھی ہے۔ چلے جاؤ۔"

اب میں ابّو کو کیا بتاتا کہ وہاں تو اتنی سارے "ب" جمع ہیں۔ بھلا آپ ہی بتائیے کہ اتنی بہت سی "ب" کے درمیان میں میں زندہ رہ سکتا تھا۔

"بدھ" کے روز امّی نے "بکرے" کی "بریانی" پکائی۔ "بریانی" دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا، کیوں کہ بریانی مجھے بہت پسند ہے۔ اب تو مجھ سے رہا نہیں گیا۔ نجومی کو جا کر گردن سے پکڑ لیا کہ یہ تم نے کیسی مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ اس نے کہا، "ارے بھئی! غلطی ہو گئی۔ تمہارے ستارے کہتے ہیں "ن" سے پرہیز کرنا ہے۔

اب آپ بتائیے میں کیا کروں۔۔۔

★

طبِ نبوی ﷺ

☆ شہتوت کے طبی فوائد!

شہتوت بہت مشہور پھل ہے یہ بہت لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے اس کو اردو میں شہتوت انگلش میں ملبرے اور عربی میں توت حلوا کہا جاتا ہے۔نہ صرف پاکستان کے تمام علاقوں میں بکثرت اور شوق سے کھایا جاتا بلکہ دوسرے ممالک کے لوگ بھی اس کو بہت شوق سے کھاتے ہیں شہتوت کے درخت کی شاخیں لمبی لمبی اور لچکدار ہوتی ہیں اور اس کا استعمال مختلف ادویات میں بھی کیا جاتا ہے شہتوت کو غذائیت کا پاور ہاؤس کہا جاتا ہے اس میں پروٹین کی کثیر مقدار موجود ہوتی ہے اس کی دو اقسام ہیں ایک سفید زردی مائل اس کو سفید شہتوت کہا جاتا ہے یہ ذائقے میں لذیذ اور میٹھا ہوتا ہے دوسرا سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے اسے کالا شہتوت بھی کہا جاتا ہے یہ ذائقے میں کھٹا ہوتا ہے شہتوت انسانی جسم کے لئے بہت مفید ہے مختلف قسم کی بیماریوں میں اسے استعمال کرایا جاتا ہے یہ گردے کے امراض میں بھی مفید ہے اس کے پتے اور جڑیں بھی مفید ہیں اس کے پتے اور جڑ کے جوشاندے سے غرارے کرنا گلے کے لئے بہت مفید ہے خاص طور پر حلق کے ورم میں نہایت مفید ہے اس کی چھال کا دانتوں پر استعمال بہت اچھا ہے شہتوت کا شربت بھی تیار کیا جاتا ہے یہ پیاس میں تسکین دیتا ہے اور خون کی تیزی کو ختم کرتا ہے یہ گرم مزاج لوگوں کے لئے انتہائی مفید ہے شہتوت جگر اور خون کو طاقت دیتا ہے اور اور نیا خون پیدا کرتا ہے توت سیاہ دماغی کمزوری کو دور کرتا ہے اور خون کی تیزابیت کو دور کرتا ہے دائمی نزلہ زکام گلے کی خراش اور پیشاب کی جلن میں شہتوت کا استعمال کرنے سے افاقہ ہوتا ہے دائمی قبض کی صورت میں صبح ناشتے کی صورت میں توت سیاہ کا استعمال کریں دائمی قبض دور ہو جائے گی۔

☆ سیب کے طبی فوائد!

جدید طبی تحقیق کے مطابق تازہ سیب میں 84 فیصد پانی ہوتا ہے اور باقی ٹھوس مادہ۔ ٹھوس حصے میں کاربوہائیڈریٹس، شکر اور پروٹین کے علاوہ وٹامن سی اہم ہیں۔ کئی دوسرے پھلوں اور سبزیوں کے مقابلے میں اس میں فاسفورس کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ فولاد کے اجزا کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا چھلکا بھی مفید ہے۔ اس کے رس میں جراثیم کشی اور اینٹی سیپٹک خاصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ قدرت کے اس انمول تحفے کے اجزا پر ایک نظر ڈالنے سے ہی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس میں جسم انسانی کو تقویت اور نشوونما دینے اور اسے مختلف بیماریوں سے بچانے کی کتنی صلاحیت موجود ہے۔ سیب کھانے سے جسم میں چستی اور پھرتی آجاتی ہے کیونکہ یہ معدے میں جا کر قوت ہضم کو مضبوطی دیتا ہے اور معدے اور جگر کے فعل کو تیز کرتا ہے جس سے خون کی پیدائش کا عمل بڑھ جاتا ہے۔ سیب میں فاسفورس کے اجزا موجود ہیں، اس لیے یہ مقوی دماغ بھی ہے۔ دماغ کا کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک نعمت ہے جس سے فائدہ نہ اٹھانا کفران نعمت کے مترادف ہے۔ اس میں فولاد کے اجزا بھی شامل ہیں اس لیے اس کا استعمال خون کے سرخ ذرات میں اضافہ کرکے چہرے کو سرخ و شاداب اور جسم کو مضبوط و توانا بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سیب دل کو تقویت بخشتا ہے۔

ماہرین طب نے سر سے پاؤں تک کی بیماریوں کے علاج کے لیے حصول شفا کی خاطر خدا کی اس نعمت، سیب کو وسیلہ بنایا ہے۔ اس سے عرق اور مربے تیار کیے جاتے ہیں۔ مختلف شربت، معجونیں اور جوارشین بنائی جاتی ہیں۔ ایورویدک کے معالجین نے تو اس کی مدد سے بہت سے ایسے کشتے بھی تیار کیے ہیں جو بہت سی بیماریوں میں تیر بہدف ثابت ہوئے ہیں۔

گردوں کی پتھری کا علاج

گردوں کے مختلف امراض میں سے ایک پتھری بن جانا ہے جو کافی عام ہے اور دنیا بھر میں ہر 11 میں سے ایک شخص کو اپنی زندگی میں گردوں کی پتھری کا سامنا ہوتا ہے اور اگر آپ بھی ان میں سے ایک ہیں تو 50 فیصد امکانات اس بات کے ہیں کہ آپ کو ایک بار پھر اس عارضے کا سامنا ہو سکتا ہے۔

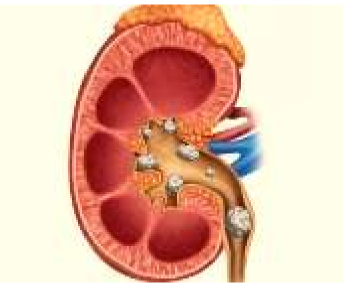

گردوں میں پتھری ایک تکلیف دہ مرض ہوتا ہے جس کا علاج بھی آسان نہیں ہوتا کیونکہ وہ دوبارہ بھی بن سکتی ہے۔

گردوں میں پتھری کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں جیسا پانی کم پینا، خاندان میں اس کے مریضوں کی موجودگی، مخصوص غذائیں خاص طور پر زیادہ نمک اور کیلشیئم والے کھانے، موٹاپا، ذیابطیس، پیٹ کے امراض اور سرجری وغیرہ۔

گردے کی پتھری پیشاب کی نالی کے کسی بھی حصے کو متاثر کر سکتی ہے اور وہاں سے ان کا نکلنا کافی تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔

عام طور پر اس سے کوئی زیادہ نقصان نہیں ہوتا، درد کش ادویات اور بہت زیادہ پانی پینا معمولی پتھری کو نکالنے کے لیے کافی ثابت ہوتا ہے تاہم اگر وہ پیشاب کی نالی میں پھنس جائے یا پیچیدگیوں کا باعث بنے تو پھر سرجری کروانا پڑتی ہے۔

اس حوالے سے آپ کا معالج زیادہ بہتر مشورہ دے سکتا ہے اور پتھری نکل جانے کے بعد اس کے دوبارہ ابھرنے کو روکنے کے لیے اقدامات کے لیے اقدامات تجویز کر سکتا ہے۔

تاہم اس سے بچاؤ کے لیے اگر لوگ غذائی عادات کا خیال رکھیں تو کافی حد تک مدد مل سکتی ہے۔

برطانیہ کے محکمہ صحت این ایچ سی کی سفارشات کے مطابق صحت مند وزن کو برقرار رکھنا، غذا میں بہت زیادہ نمک سے گریز، پھلوں اور سبزیوں کا زیادہ استعمال اور دیگر مشروبات پر پانی کو ترجیح دینا پتھری سے بچاؤ میں مدد دیتا ہے۔

تاہم اس کی علامات کیا ہوتی ہے؟

درحقیقت آغاز میں تو اس کی علامات سامنے نہیں آتیں تاہم گردوں میں حرکت کرنے یا پیشاب کی نالی میں جانے کے بعد یہ علامات سامنے آتی ہیں۔

پسلیوں کے نیچے سائیڈ اور پیچھے کی جانب بہت شدید درد۔

ایسا درد جو پیٹ سے نیچے جاتا ہو محسوس ہو۔

ایسا درد جس کی لہریں اور ارتعاش شدت سے محسوس ہو۔ ★

پیشاب کرتے ہوئے تکلیف ہونا۔

گلابی، سرخ یا براؤن پیشاب۔

بدبودار پیشاب۔

بار بار پیشاب کا آنا۔

عام معمول سے ہٹ کر پیشاب کا آنا۔

بخار اور سردی لگنا۔

پیشاب کی مقدار کم ہو جانا۔

ڈاکٹر کو کب دکھانا چاہئے ؟

اگر تو اوپر دی گئی علامات میں سے کوئی نظر آئے تو ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے تاہم درج ذیل میں دی جانے والی علامات سامنے آنے پر فوری طبی امداد حاصل کریں۔

اتنا شدید درد ہونا جس کے باعث ساکت بیٹھنا یا کسی پوزیشن پر لیٹنا نا ممکن ہو جائے۔

ایسا درد جس کے ساتھ سر چکرائے اور الٹی ہو۔

بخار اور سردی کے ساتھ گردوں کے مقام پر درد ہونا۔

پیشاب میں خون آنا۔

پیشاب کرنے میں مشکل کا سامنا۔

اب وہ وجوہات بھی جان لیں جو گردوں میں پتھری کا تشکیل کا خطرہ بڑھا دیتی ہیں۔

دنیا بھر میں ہر 11 میں سے ایک شخص کو اپنی زندگی میں گردوں کی پتھری کا سامنا ہوتا ہے اور اگر آپ بھی ان میں سے ایک ہیں تو 50 فیصد امکانات اس بات کے ہیں کہ آپ کو ایک بار پھر اس عارضے کا سامنا ہو سکتا ہے۔

بہت کم کیلشیئم:

اگرچہ عام طور پر گردوں میں پتھری کیلشیئم سے ہی بنتی ہے مگر اپنی غذا سے اس جز کو ترک کر دینا کوئی عقلمندی نہیں۔ طبی ماہرین کے مطابق جو لوگ زیادہ کیلشیئم کا استعمال کرتے ہیں ان میں اس عارضے کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ ہاورڈ میڈیکل اسکول نے مطابق اگر غذا میں کیلشیئم کی کمی ہو گی تو ایک دوسرا کیمیکل کیلشیئم کے ساتھ مل کر گردوں میں پتھری کی تشکیل کا خطرہ بڑھا دیتا ہے۔

★

نمکین غذا:

نمک کے بہت زیادہ استعمال سے ہونے والے دیگر مسائل کو دیکھا جائے تو گردوں میں پتھری کا امکان ممکنہ طور پر سب سے آخر میں ہوگا۔ مگر جب غذا میں نمک کا استعمال زیادہ ہوتا ہے تو زیادہ مقدار میں کیلشیئم آپ کے گردوں میں اکھٹی ہونے لگتی ہے جس سے گردوں میں پتھری کی تشکیل کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اگر تو آپ بلڈ پریشر سے محفوظ ہیں تو روزانہ 2300 ملی گرام نمک کا استعمال ٹھیک ہے تاہم بلڈ پریشر کی صورت میں یہ مقدار 1500 ملی گرام سے کم ہونی چاہیئے۔

ترش پھلوں کا کم استعمال:

اگر آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے آخری بار لیموں یا مالٹے کو کب کھایا تھا تو اس کو اپنا معمول بنانے پر غور کریں۔ لیموں، مالٹے اور گریپ فروٹ سمیت ایسے ہی دیگر پھلوں میں ایک جز سٹریٹ پایا جاتا ہے جو کہ گردوں کی پتھری کا خطرہ کم کرتا ہے۔ طبی ماہرین کا تو مشورہ ہے کہ لیموں کا پانی میں استعمال روزانہ کرنا جسم میں پتھری کا باعث بننے والے کیمیکلز کی تعداد میں کمی کرتا ہے۔

بہت زیادہ گوشت:

بہت زیادہ مرغی اور سرخ گوشت کا استعمال بھی پتھری کے خطرے کو بڑھا دیتا ہے۔ ایک طبی تحقیق کے مطابق سبزیوں اور مچھلی کھانے والوں میں گردوں کی پتھری کا امکان ایسے افراد کے مقابلے میں 30 سے 50 فیصد کم ہوتا ہے جو روزانہ سو گرام گوشت کھاتے ہیں۔

سافٹ ڈرنک کا ایک کین:

طبی ماہرین کے مطابق جسم میں پانی کی کمی نہ ہونے دینا گردوں کی پتھری سے بچنے کا سب سے بہترین طریقہ ہے کیونکہ پانی پتھری کا باعث بننے والے اجزاء کو جمع نہیں ہونے دیتا۔ مگر سافٹ ڈرنک یا میٹھے مشروبات کا استعمال یعنی صرف ایک کین بھی اس تکلیف دہ پتھری کی تشکیل کا خطرہ 23 فیصد تک بڑھا دیتا ہے۔ ماہرین کے خیال میں ان مشروبات میں موجود چینی گردوں میں پتھری کا باعث بننے والے کیمیکلز کے اجتماع کا باعث بنتی ہے۔

جینیاتی اثر:

اگر تو آپ کے والد یا والدہ میں سے کسی کو گردوں میں پتھری کی شکایت رہ چکی ہے تو یہ خطرہ پھر آپ میں بھی موجود ہے۔ اس کی وجہ ایک خاندان کی غذائی عادات مشترکہ ہونا ہے جبکہ جنیاتی اثرات بھی بالکل ذیابطیس یا موٹاپے کی طرح اولاد پر مرتب ہوتے ہیں۔ ★

آنتوں کے امراض:

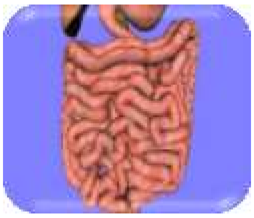

اگر تو آپ آنتوں کے امراض کا شکار ہو چکے ہیں تو گردوں میں پتھری کا خطرہ بھی بہت زیادہ ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق آنتوں کے امراض کے نتیجے میں لوگوں کو اکثر ہیضہ کا مرض لاحق ہو جاتا ہے جس سے ان کے جسم کے اندر پانی کی کمی ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں پتھری کا باعث بننے والے کیمیکلز کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

قبض کی ادویات کا زیادہ استعمال:

ایک طبی تحقیق کے مطابق قبض کی ادویات کا زیادہ استعمال لوگوں کی بھوک کم کرتا ہے جبکہ اس سے جسم کی نیوٹریشن اور ادویات کو جذب کرنے کی صلاحیت بھی متاثر ہوتی ہے جس سے عدم توازن پیدا ہوتا ہے اور گردوں میں پتھری کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ان ادویات کا زیادہ استعمال لوگوں میں پانی کی کمی کا بھی باعث بنتا ہے جس سے بھی پتھری کی تکلیف اٹھانی پڑ سکتی ہے۔

آدھے سر کے درد کی ادویات:

مائیگرین یا آدھے سر کے درد کے لیے اگر بہت زیادہ ادویات استعمال کرتے ہیں تو گردوں میں پتھری کے لیے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ ان ادویات میں شامل اجزاء پیشاب کی نالی میں ہائیڈور جن کے لیول کو بڑھادیتے ہیں جو آگے بڑھ کر گردوں میں پتھری کی تشکیل کی صورت میں سامنے آسکتی ہے۔

آپ کا جسمانی وزن:

موٹاپے کی شکار خواتین میں پتھری کا خطرہ اپنی دبلی پتلی ساتھیوں کے مقابلے میں 35 فیصد زیادہ ہوتا ہے۔ طبی ماہرین اس حوالے سے پر یقین تو نہیں مگر انہیں شبہ ہے کہ اضافی وزن کے نتیجے میں پیشاب کی نالی میں تبدیلیاں آتی ہیں جس سے پتھری کی تشکیل کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔

یہ بات تو ٹھیک ہے کہ موٹاپا پتھری کا خطرہ بڑھاتا ہے مگر اس سے نجات کے لیے سرجری بھی اس سے نجات نہیں دلاتا۔ طبی ماہرین کے مطابق اس سرجری سے گزرنے کے بعد لوگ اپنی غذا میں موجود کیلشیئم کو زیادہ جذب نہیں کرپاتے جس کے نتیجے میں وہ آکسلیٹ نامی کیمیکل کے ساتھ پیشاب کی نالی میں جمع ہونے لگتا ہے اور پتھری بننے لگتی ہے۔ اگر تو آپ نے سرجری کرائی ہے تو اپنے ڈاکٹر سے اس خطرے سے بچاؤ کے لیے رجوع کریں یا زیادہ پانی پیئے، گوشت اور نمک کا کم استعمال کریں۔

جبریل اور ابلیس

جبریل

ہمدمِ دیرینہ! کیسا ہے جہاں رنگ و بو؟

ابلیس

سوز و ساز و درد و داغ و جستجوے و آرزو

جبریل

ہر گھڑی افلاک پہ رہتی ہے تیری گفتگو
کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاکِ دامن ہو رفو

ابلیس

آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے
کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبو
اب یہاں میری گزر ممکن نہیں ممکن نہیں
کس قدر خاموش ہے یہ عالَمِ بے کاخ و کو
جس کی نومیدی سے ہو سوزِ دروں کائنات
اس کے حق میں تَقنَطُو اچھّا ہے یا لاتَقنَطُو؟

جبریل

کھو دیئے تو نے انکار سے مقاماتِ بلند
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو!

ابلیس

ہے میری جُرات سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو
میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر
کون طوفان کے طمانچے کھا رہا ہے، میں کہ تو؟
خضر بھی بے دست و پا، الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا جو بہ جو
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو!
میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

جورو کا غلام

احمد چھوٹا سا تھا جب اپنی امی کا ہاتھ بٹایا کرتا تھا، کبھی سر دبا دیا تو کبھی پیر دبا دیئے، گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں امی کی مدد کرتے ہوئے بہت خوشی ہوتی تھی ماں کی خدمت کرنے کا شوق بھی تھا اور بہت اچھا بھی لگتا تھا ...

بڑا ہوا تو پھر ماں نے شادی کر دی، ماں کے ساتھ ساتھ اب بیوی کا بھی اسی طرح خیال رکھتا،

ہر کام میں اس کا ہاتھ بٹاتا، جب دوستوں کو پتا چلتا کہ بیوی کا ہاتھ بٹاتا ہے تو بڑا ہنستے، سوچتا ہوں ماں باپ کی خدمت کرو کتنا ثواب ہے، بہن کے کام کرو، بھائی سے محبت کرو یہ سب اچھا ہے لیکن اگر بیوی سے محبت کی جائے تو سب باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں... یا مذاق اڑاتے ہیں،

کیوں ؟؟؟؟؟؟؟

مسلمانوں میں سب سے بہترین شوہر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اپنی بیویوں کی بہت عزت کرتے تھے، بڑے پیار سے ان کو پکارتے تھے،،

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عورتوں سے اخلاق سے پیش آنے کی بات کی ..

المیہ تو یہ ہے کہ جب سنتوں پر عمل کرنے کی بات ہو تو مرد حضرات کو صرف چار شادیوں کی اجازت اور سنت یاد رہتی ہے۔ وہ بھی صرف اسی حد تک کے شادی تو کر لیں گے۔ لیکن بیوی کے حقوق اور برابری و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بات ہے وہ بھول جاتے ہیں.....

ایک مسلمان جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیوی کا خیال رکھتا ہے تو اس کا نام زن مرید رکھ دیا جاتا ہے ...

اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے، دراصل ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو خود اپنی بیوی کی عزت کرتے اور دوسروں کی بیوی کی عزت ہوتی دیکھ کر خوش بھی نہیں ہوتے، ایک عورت کی ہر روپ میں قدر ہے، اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایک ماں، بہن، بیوی، اور بیٹی کی حیثیت میں عزت کا مقام عطا کیا ہے..... اور ان سب رشتوں کا احترام و عزت کرنے کی تلقین کی ہے ..

★

میں حیران ہوتی ہوں ایسے شوہر پر جو ہر وقت یہ رونا روتے ہیں بیوی میرا خیال نہیں رکھتی اور جب اس پوچھا جائے تم خیال رکھتے ہو کہ نہیں تو جواب یہ ہی ہوتا ہے کہ بیوی کا کام ہے کہ وہ شوہر کا خیال رکھے اور سارے بیوی کے حقوق بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔

حالانکہ ہمارے دین اسلام میاں بیوی پر ایک دوسرے کے کیا حقوق ہیں اس کو بھی واضح کرتا ہے، لیکن اکثریت صرف بیوی کے کیا فرائض ہیں یہ حفظ کرتے ہیں اور شوہر کو بیوی کے ساتھ کسطرح سے رہنا چاہیے اس سے کوئی غرض نہیں یہ ایک طرح کی بے بسی اور جھوٹی انا کی تسکین کے لئے خود غرضانہ عمل ہے، شوہر اور بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کا خیال رکھنا باہمی محبت کو بڑھاتا ہے اور گھر کا ماحول پر سکون رہتا ہے ....

اچھا انسان وہی ہوتا ہے جو عورت کی عزت کرتا ہے اور اس کا خیال رکھتا ہے وہ زن مرید ہو یا جورو کا غلام کسی کے کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے ..

انسان کو اپنے ماں باپ اپنی بیوی اور بچوں کیساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے، کیونکہ بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے دوست احباب میں بہت اچھے اخلاق اور محبت سے ملتے ہیں، بہت خیال کرنے والے نظر آتے ہیں ...

مگر دوسری جانب ان کا رویہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت سخت اور غیر اخلاقی ہوتا ہے۔

اس لیے احادیث میں اس بات کو واضح اہمیت دی گئی کے آدمی کی اصل اچھائی یہ ہے کہ ....

،،،،،،،،وہ اپنے اہل وعیال کیساتھ اچھا سلوک رکھنے والا ہو""""""""""""""

احتیاط لازم ہے

کراچی سمیت ملک کے کئی شہروں میں گرمی کی شدید لہر برقرار ہے، کراچی میں قیامت خیز گرمی کئی اشخاص کی جان لے چکی ہے۔
درجہ حرارت نے جہاں شہریوں کو تکلیف میں ڈال دیا ہے، وہیں گرمی کی وجہ سے کئی بیماریاں بھی جنم لے سکتی ہیں۔

احتیاطی تدابیر

اس شدید گرمی میں لو سے بچاؤ کیلئے احتیاطی تدابیر ضروری ہے۔

پانی کا زیادہ سے زیادہ استعمال

گرم موسم میں پانی کا زیادہ استعمال کرنا چاہیے روزانہ کم از کم تین لیٹر پانی تولازمی پینا چاہیے، خاص طور پر پانی کے ذریعے اپنے جسم میں نمکیات اور پانی کا توازن برقرار رکھنا چاہیے۔
طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ اپنے جسم کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے کھیرے کا جوس، ناریل کا پانی، لیموں کا جوس کا استعمال کرنا چاہیے، گرم اشیاء، چائے، کافی کا استعمال کم کیجئے۔

ڈھیلے کپڑے پہنیں

ڈھیلے اور ہلکے رنگوں کے ملبوسات جیسے ہوادار کپڑے پہنیں، تاکہ پسینہ سوکھ جائے، اگر آپ مچھروں کے کاٹنے کے وقت باہر ہوں، تو پوری پینٹیں اور بند جوتے پہنیں۔
اگر آپ شام کے وقت پارک میں جائیں، تو جرابیں ٹخنوں سے اوپر چڑھائیں، اور شرٹ پینٹ کے اندر اڑس لیں۔

گرم اشیاء اور الکوحلک مشروبات سے پرہیز کریں

گرم اشیاء، چائے، کافی کا استمال کم کیجئے، جب الکوحل اور کیفین والے مشروبات سے پرہیز کرنا چاہیے، کولڈر نکس کے بجائے پانی، لسی، اور دیسی مشروبات کا استعمال کریں، سحری اور افطار میں کھانا کم کھائیں۔

ایسی چیزیں جو آپ کو دھوپ سے محفوظ رکھیں

طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ روزہ دار بلاوجہ گھروں سے نہ نکلیں، زیادہ دیر تک دھوپ میں نہ رہیں، باہر نکلیں تو سر ڈھانپ کر رکھیں۔

★

اگر نکلنا بھی ہے تو گیلے کپڑے سے سر اور جسم ڈھانپ کر نکلیں اور اپنے ساتھ پانی کی ایک بوتل ضرور رکھیں اور ہر 20 سے 30 منٹ کے بعد پانی پیئے جبکہ ایک اسپرے بھی رکھنا چاہیے، جس میں عرقِ گلاب، یا پیپرمنٹ ایسنس پانی کے ساتھ ملایا جائے، جس سے چہرے کو ٹھنڈا رکھا جاسکتا ہے۔

سن بلاک کا استعمال کریں

اس میں کوئی شک نہیں کہ دھوپ وٹامن ڈی کا بہت اچھا ذریعہ ہے، لیکن الٹرا وائیلٹ شعاعوں کا نقصان شدید اور طویل مدتی ہوسکتا ہے، جب بھی آپ باہر ہوں، تو اپنے جسم کے کھلے حصوں پر سن اسکرین لگائیں۔ اسے اپنے پورے جسم پر گھر سے باہر نکلنے سے کم از کم تیس منٹ پہلے لگائیں۔

اینٹی ڈپریشن ادویات استعمال نہ کریں

طبی ماہرین نے شدید گرمی میں اینٹی ڈپریشن ادویات استعمال نہ کرنے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ اس سے فالج کا خطرہ ہے۔

باہر کا کھانا مت کھائیں

طبی ماہرین کے مطابق کیفین اور تیل سے بھرپور چیزیں، اور تلے ہوئے یا پیک شدہ کھانے کم کردینی چاہئیں۔ تازہ پھلوں اور سبزیوں کا استعمال بڑھادینا چاہیے، خاص طور پر کچا سلاد اور ایسے پھل کھانے چاہئیں جن میں پانی زیادہ ہو جیسے کھیرا، تربوز، آم، کینو، خربوزہ، گاجر، وغیرہ۔

اس موسم میں خاص طور پر گھر میں پکے ہوئے تازہ اور صاف ستھرے کھانے کھانے چاہئیں۔ گھر میں کھانے کو درست درجہ حرارت پر رکھنا چاہیے، اور جتنا ہوسکے، باہر کا کھانا کم سے کم کریں۔ تھوڑی سی بھی لاپرواہی مختلف اقسام کے انفیکشن ہوسکتے ہیں لہٰذا کھانے اور پینے میں احتیاط کرنی چاہیے۔

گرم پانی میں نہانے سے پرہیز کریں

نیگلیریا فولیری کو گرم پانی بہت پسند ہوتا ہے۔ اس لیے کوشش کریں کہ سوئمنگ پول میں کلورین اچھی طرح شامل ہو، یا پھر کم گہرے اور گرم پانی والی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے اجتناب کریں۔

اس لاعلاج اور ہلاکت خیز مرض سے صرف بچا ہی جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ناک کے کلپ خریدیں، اور اپنا سر پانی سے اوپر رکھیں تاکہ پانی کو ناک میں جانے سے بچایا جاسکے۔

اگر ہم یہ احتیاطی تدابیر پر عمل کریں تو گرمی سے نا صرف بچا جاسکتا ہے بلکہ صحت کو بھی متوازن رکھا جاسکتا ہے۔

★

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں

حاجت اور مشکل کے وقت دعا مانگنا ہر انسان کی فطری ضرورت ہے۔ اور ہر زمانے میں دُعا کو ایک بہت بڑا ہتھیار سمجھا گیا ہے۔ متعدد قرآنی آیات اور بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہ السلام کثرت سے دعا مانگا کرتے تھے۔ خاص کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہزار سے زائد دعائیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اس لیے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ترکِ دُعا سنتِ انبیاء کے خلاف ہے۔ جبکہ دُعا مانگنا عین عبادت ہے۔ اور دُعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے مشکل وقت میں آدمی قلبی اطمینان وسکون محسوس کرتا ہے۔

قبولیتِ دعا کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کا کھانا پینا اور اس کا لباس حلال کمائی کا ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی دعا کی قبولیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے آخری حصے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے حوالے سے یہ قابل غور ارشاد فرماتے ہیں۔

"آپ نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا، جو لمبا سفر کرتا ہے جس کے بال غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر کہتا ہے اے میرے رب، اے میرے رب، حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور اس کی غذا حرام ہے تو اس صورت میں اس کی دعا کیونکر قبول ہو گی۔" (شرح مسلم)

آج کل مسلمان ہر جگہ انفرادی واجتماعی دعائیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ شکوہ بھی کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں۔ اور ہماری مشکلیں دور نہیں ہو رہی ہیں۔ اس حدیث میں اسی اُلجھن کا پورا جواب موجود ہے۔

اصل یہ کہ دعائیں کیسے قبول ہوں اور مشکلیں کیسے دور ہوں جبکہ لوگ جو کھا رہے ہیں جو پی رہے ہیں وہ سب حرام کی کمائی کا ہے۔ وہ نہ خود حرام کاموں سے باز آتے ہیں اور نہ دوسروں کو ان سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح خدا کی نافرمانی اور گناہوں کی کثرت سے جب مصیبتیں آتی ہیں اور مشکلیں دامن گیر ہو جاتی ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی بھی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔ سود، رشوت، بد عنوانی، لوٹ کھسوٹ اور ملاوٹی چیزوں کی خرید وفروخت کا بازار گرم ہے۔ اس صورت حال میں مشکلوں اور مصیبتوں سے چھٹکارہ پانے کے لیے اپنی اصلاح کے بجائے اللہ کے حضور دعا کے لیے محض ہاتھ اٹھانا ایک محض مذاق کے سوا کچھ نہیں۔

اصل میں دعا مانگنا حاصل دین ہے لیکن یہ مانگنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک محض زبان سے مانگنا یعنی غیر شعوری طور پر کلمات کا زبان سے ادا کر دینا اور ان کی رٹ لگانا اور دوسرا دل سے مانگنا یعنی زبان سے جو الفاظ دعا ادا ہوں وہ دل کی گہرائیوں سے نکلیں، اس حال میں کہ آنکھیں اشکبار ہوں۔ اگر دعا اس درجے کی نہیں تو کم سے کم درجہ دعا یہ ہے کہ پلکیں بھیگ جائیں اور کچھ لمحات

★

ہی کے لیے سہی مگر آواز گلوگیر ہو جائے بلکہ قرآن کے مطابق دعا میں عاجزی وفروتنی کی کیفیت ہو اور آواز پست ہو، اس سلسلے میں قرآن کی یہ آیت انتہائی قابل غور ہے۔

"اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے یقیناوہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپانہ کرو۔ اور اس کو پکارو خوف اور اُمید کے ساتھ، یقینااللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے"۔

(الاعراف:55-56)

ان آیات میں اللہ کے حضور گڑگڑانے، چپکے چپکے اور خوف وامید کے ساتھ دعا مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو خلوص اور دل کی گہرائیوں سے پکارا جائے اور کسی طرح کی ریا اور نمائش کا شائبہ نہ ہو۔ چنانچہ ان آیات کی تفسیر میں سید قطب شہید تحریر فرماتے ہیں:

"یہ ہدایت نفسیاتی اعتبار سے نہایت موزوں وقت پر دی گئی ہے، حکم ہوتا ہے کہ اپنے رب کو عاجزی وفروتنی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ پکارو، چیخ چیخ کر اور شور مچا کر نہیں، اس لیے کہ اللہ کی جلالت شان اور بندے اور اس کے آقا کے بیچ قریبی تعلق کے ساتھ انسب طریقہ یہی ہے کہ اس کے آگے چپکے چپکے آہ وزاری کی جائے... اللہ کی جلالت شان اور اس کی قربت کا یہی وہ ایمانی احساس ہے جسے قرآن یہاں راسخ کرتا اور دعا کے وقت اس کی عملی شکل وہیئت سامنے لانا چاہتا ہے۔ اس لیے جو شخص عملاً خدا کی جلالت شان کا احساس کرے گا وہ دعا و پکار کے وقت چیخنے چلانے سے شرمائے گا اور جو شخص واقعی خدا کا قرب محسوس کرے گا، وہ اس ہنگامہ خیزی کی کوئی وجہ نہیں پائے گا"۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

دعا میں غلو بھی ایک سنگین معاملہ ہے۔ آج کل اجتماعی طور پر جو دعائیں مانگی جاتی ہیں ان میں اکثر حد سے تجاوز ہوتا ہے ہمارے پیشہ ورواعظین اور بعض علما جو دعائیں اجتماعی طور پر مانگتے ہیں ان میں سخت غلو آمیزی ہوتی ہے۔ اور طبیعت کو اکتا دینے والی دعائیں ہوتی ہیں۔ بسا اوقات یہ لوگ دعا کرتے وقت بیچ بیچ میں وضاحت کے طور پر کچھ باتیں بھی کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے دعا میں کافی طوالت پیدا ہو جاتی ہے لوگ آمین کہنے کے منتظر ہوتے ہیں اور اکتاہٹ کی وجہ سے کچھ لوگ اپنی داڑھی میں انگلیاں ڈال کر خلال کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح یہ طویل دعائیں بے اثر ہو جاتی ہیں۔ جب دعا کرتے وقت قلب وذہن حاضر نہ ہوں تو دعا کی قبولیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ دعا وہی قبولیت کے درجہ کو پہنچتی ہے جو خشوع وخضوع، چپکے چپکے اور آہ وزاری کے ساتھ مانگی جائے۔ پھر دیکھیں اس طرح کی دعاؤں کے ثمرات کیسے سامنے آتے ہیں۔ اور یہ بھی جانیں کہ کس طرح دعاؤں کی قبولیت کا یقین پیدا ہو جاتا ہے۔

★

ایک حکایت ایک حقیقت

اسلامیات کے استاد کلاس میں داخل ہوئے انہوں نے اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی کتاب میز پر رکھی اور چشمے کو درست کر کے ناک پر جمایا اور ہلکے سے کھنکھار کر دسویں کلاس کے طالب علموں سے مخاطب ہوئے: میں تمہیں آج ایک ایسی حکایت سنا رہا ہوں جو تمہاری آئندہ ساری زندگی میں کام آتی رہے گی۔

سب طالب علموں میں تجسس پیدا ہو گیا کہ آخر وہ کون سی حکایت ہے جسے ماسٹر صاحب سنائے جا رہے ہیں سب طالب علم توجہ سے ان کی بات سننے لگے۔ استاد صاحب نے کہنا شروع کیا ایک بار ایک بدّو حضور ﷺ کے پاس آیا اور سلام کرنے کے بعد بولا میں بہت دور سے آیا ہوں بھوکا پیاسا ہوں میرا اونٹ بھی بھوکا ہے۔

آپ ﷺ نے پوچھا وہ کہاں ہے" باہر کھڑا ہے اس نے جواب دیا میں اللہ پر توکل کر کے اسے باہر چھوڑ کر آپ کے پاس آ گیا ہوں حضور نے فرمایا تم نے اونٹ کی ٹانگیں باندھیں کہیں دور نہ نکل جائے؟ بدّو نے جواب دیا جی نہیں۔

جاؤ اور پہلے جا کر اونٹ کی ٹانگیں باندھو پھر اللہ پر توکل کرو۔

بدّو نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ استاد نے تختہ سیاہ کے نزدیک ٹہلتے ہوئے کہا اس چھوٹی سی حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اللہ پر اعتماد اور بھروسا ضرور کرنا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم پر جو فرائض عائد کیے گئے ہیں پہلے وہ پورے کرنا چاہیے۔

انہوں نے کچھ وقفے کے بعد کہا اگر کوئی طالب علم صرف دعا مانگتا رہے تو امتحان میں کامیاب نہیں رہ سکتا جب تک وہ کورس کی ساری کتابیں پڑھ کر تیاری نہ کرے، سب طالب علموں کو یہ حکایت پسند آئی وحید نے غالباً یہ واقعہ غور سے نہیں سنا اور اس خیال میں مدہوش رہا کہ اسے رات کو ایک شادی میں جانا ہے اور صبح کرکٹ میچ بھی ہے، اس نے شام کو امی سے پوچھا کہ شادی میں کب چلیں گی؟ میری تو طبیعت خراب ہے انہوں نے کمزور لہجے میں کہا تم اور سلمیٰ چلے جاؤ تمہارے ابو کو راتوں کو جاگنا اور دیر سے کھانا، کھانا بالکل پسند نہیں ہے اپنے چچا شاکر کے گھر جانا اور سب مل کر وہیں سے شادی میں شریک ہونا واپسی پر دیر ہو جائے تو چچا کے گھر ٹھہر جانا کل اتوار ہے اس لیے اسکول بھی نہیں جانا ہو گا مزے سے نیند پوری کر کے آنا۔

وہ نو بجے موٹر سائیکل پر سوار ہو کر چچا کے گھر پہنچ گیا سب تیار تھے وہ چچا شاکر کی گاڑی میں بیٹھ چل پڑے بارات ساڑھے بارہ بجے آئی نکاح ایک بجے ہوا اور پھر کھانا ڈیڑھ بجے ختم ہوا جب سب گھر پہنچے تو رات کے ڈھائی بج رہے تھے سب کی آنکھوں میں نیند تھی۔ ★

نیند تو وحید کی آنکھوں میں بھی تھی لیکن اس کے دماغ پر کرکٹ کا میچ بھی سوار تھا میچ اگلے دن نو بجے صبح ہونے والا تھا چناں چہ جب اس کے چچا شاکر نے اس سے ٹھیرنے کو کہا تو اس نے جواب دیا گھر زیادہ دور نہیں ہے سیدھا راستہ ہے آسانی سے گھر پہنچ جاؤں گا مگر رات زیادہ ہو چکی ہے اس لیے جانا مناسب نہیں ہے انہوں نے سمجھانے والے انداز سے کہا خدانخواستہ کوئی واردات ہو سکتی ہے۔

وحید کے سر پر تو میچ کا بھوت سوار تھا اللہ مالک ہے اس نے کہا پھر موٹر سائیکل کی چابی اٹھائی اور ہیلمٹ اٹھا کر باہر آ گیا ابھی اس نے تقریباً نصف میل کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ ایک تنگ گلی سے ایک لڑکا جو موٹر سائیکل پر سوار تھا اس کے پیچھے آنے لگا اس کے جسم پر چمڑے کی پتلون اور جیکٹ تھی عمر تقریباً بیس بائیس برس ہو گی وہ صورت شکل ہی سے جرائم پیشہ لگتا تھا اس نے منہ سے تو کچھ نہیں کہا لیکن آگے نکلنے کی کوشش کی وہ لڑکا کافی دور تک اس کے پیچھے لگا رہا وحید جس سڑک پر جا رہا تھا یہ ٹریفک کے سامنے آنے والی سڑک تھی رات کے تین بجے تھے اس وقت سڑک پر ٹریفک نہیں تھا بائیں جانب پُل تھا جس پر کبھی کبھار دودھ سپلائی کرنے والوں کا ٹرک گزر جاتا تھا جو اس وقت سے سپلائی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

وحید کے دل میں قرآنی آیات کا وِرد کر کے اللہ سے دعائیں مانگنے لگا کہ اے اللہ! مجھے حفاظت سے گھر پہنچا دے تو بڑا غفور الرحیم ہے۔ اس کے دل کی دھڑکن بڑھ چکی تھی اور جسم پسینے سے شرابور تھا وحید نے کئی بار اپنے ہاتھ ہینڈل پر سے پھسلتے محسوس کیے اچانک سامنے سے اسے ایک ٹرک آتا دکھائی دیا جس کی ہیڈ لائیٹس سے آنکھیں چکا چوند ہوئی جا رہی تھیں اب وہ اس جگہ پر پہنچ چکا تھا جہاں سے پل شروع ہوتا تھا وحید نے اپنے حواس سنبھالتے ہوئے موٹر سائیکل کو بائیں جانب گھمایا اور پل پر موٹر سائیکل دوڑانے لگا تاکہ جلد از جلد واپس چچا کے گھر پہنچ جائے وہ لڑکا جو اس کے پیچھے لگا ہوا تھا فوراً ہی اسکے پیچھے نہیں آ سکا اس لیے کہ درمیان میں دودھ والے کا ٹرک آ چکا تھا رات زیادہ ہو چکی تھی پل کافی لمبا تھا وحید نے سر گھما کر دیکھا وہ لڑکا اب اس کے پیچھے نہیں آ رہا تھا غالباً یہ سوچ کر کہ اب وہ اسے نہیں پا سکتا لڑکے نے پیچھا کرنا چھوڑ دیا تھا۔

چچا کے گھر پہنچنے تک وحید نے موٹر سائیکل نہیں روکی اور سیدھا دوڑاتا چلا گیا اس کا جسم پسینے پسینے ہو رہا تھا اور ہاتھ ہینڈل پر پھسل رہے تھے البتہ اب وہ اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چچا کے فلیٹ کی گھنٹی بجی جب شاکر نے دروازہ کھولا تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئے پوری بات سننے کے بعد انہوں نے کہا تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ رات یہیں رک جاؤ لیکن تم نے کسی کی سنی ہی نہیں تم نے حماقت کی نا؟ وحید نے مجرموں کی طرح سر جھکا لیا تیسرے دن جب وہ اسکول گیا تو اس نے اپنے دوستوں کو یہ واقعہ سنایا سب دم بخود رہ گئے جب یہ بات اسلامیات کے استاد تک پہنچی تو وہ وحید کے پاس آئے اور بولے میں نے جو حکایت جمعہ کے دن سنائی تھی وہ غالباً تم نے غور سے نہیں سنی تھی؟ تم نے اونٹ کی ٹانگیں نہیں باندھیں اور اللہ پر توکل پہلے کر لیا۔

وحید نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے پاس جواب دینے کے لیے تھا ہی کیا اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

★

میں کیا جانوں

کبھی موسی ہوں کبھی فرعون ہوں
میں کیا جانوں میں کون ہوں

نا مجھ کو پتہ اپنی صبح کا ہے
نا شام سے اپنی میں واقف ہوں
کس راہ کا میں جانے مسافر ہوں
مسلم ہوں، کافر ہوں کے کون ہوں

کبھی موسی ہوں کبھی فرعون ہوں
میں کیا جانوں میں کون ہوں

جس گھر میں میں رہتا ہوں
جس گلی میں میں بستا ہوں
جس ملک کا میں رہائشی ہوں
جانے کیوں اسی ملک کا میں ڈون ہوں

کبھی موسی ہوں کبھی فرعون ہوں
میں کیا جانوں میں کون ہوں

ایک ماں کا پیغام

مجھے بڑوں سے چھوٹا سا شکوہ ہمیشہ رہا کہ ہم نے ٹین ایج میں ہونے والی جسمانی تبدیلیوں اور ان کے نتیجے میں پیش آنے والے جذباتی مسائل کو ٹیکل کرنے کا طریقہ کچھ خاص نہیں سمجھایا، بہت سے سوال ادھورے رہتے اور اپنی اس عمر کی ادھوری عقل سے ہی کام چلایا جاتا کیونکہ بڑوں کے سامنے ایک بے نام سی شرم موجود تھی جو ہمیشہ زیادہ سوال پوچھنے کے آڑے آتی تھی
جب میرے بچے بڑے ہونے لگے، بچوں کی عادت تھی وہ ہر چھوٹی بڑی بات مجھ سے شئیر کرتے خصوصا بیٹا
میڈیا سے ان کو ہمیشہ دور رکھا، اس لئے یہ آج کل کے دور عام بچوں کی نسبت زیادہ معصوم تھے بیٹا دس، گیارہ سال کا تھا جب وہ اپنے سکول کے حفظ سیکشن میں شفٹ ہوا، گو ان کا سکول اسلامک تھا لیکن حفظ کے دوران ایچی سن اور لاہور گرامر وغیرہ کے بچے بھی یہاں آتے اور بڑے چھوٹے بچے مکس ہوتے تو ماحول کا فرق پڑ تا تھا- ایک دن گھر آ کر اس نے مجھ سے ایک اشارے کی بابت پوچھا جو دو لڑکوں نے آپس میں کیا، مجھے لگا اب وہ وقت آ گیا ہے کہ بچے کی اس معاملے میں تربیت کی جائے
کیونکہ خصوصا لڑکوں کے بارے میں ہمارے یہاں ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ ان کو گھر میں گائیڈنس نہیں ملتی، باپ کو حیا آتی ہے، ماں ایسی باتیں بیٹے سے ڈسکس نہیں کر سکتی اور بچہ پہلے زمانوں میں گلی محلوں کے لڑکوں سے اور آج کل گوگل سرچ کے ذریعے ہر طرح کی نالج لیتے ہیں تو ادھوری معلومات بہت نقصان پہنچاتی ہے۔

ہم نے اپنی اولاد کو چاہے وہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں، ہر طرح کی جسمانی تبدیلیوں کے متعلق مکمل دینی تعلیم دینی ہے، ہمارا دین اس معاملے میں بغیر کسی قسم کی تشنگی کے مکمل معلومات فراہم کرتا ہے ۔

اس کو ڈھکے چھپے لفظوں میں آسان کر کے کچھ ضروری معلومات دیں اور ضروری حد تک اچھا بُرا سمجھایا، اس عمر سے لے کر بلوغت تک اس کو مسلسل گائیڈنس دی، کہیں والد کی ضرورت پڑی تو ان کو فورس کیا کہ یہ فلاں پوائنٹ آپ کا سمجھانے والا ہے پلیز آپ بتائیے انگریزی میں بتا دیں، لکھ کر بتا دیں لیکن آپ بتائیں گے، اس دوران وہ اسکول سے مدرسہ شفٹ ہو چکا تھا اور وہاں بہت با عمل علمائے کرام تھے، اس کے والد کو ان کے پاس بھیجا کہ قدرے بڑے بچوں کی ایک سٹنگ رکھیں اور ان کو استنجا اور دوسری چیزیں مسنون طریقے سے گائیڈ کریں، وہاں سے بھی بہت فائدہ ہوا ۔

اس دوران اس کی عادت رہی کہ وہ مدرسے کے ماحول کے متعلق، اچھی بری دیکھی گئی باتیں مجھ سے شئیر کرتا اور میں ہمیشہ وہاں اس کے لئے موجود تھی، بے تاثر چہرت سے سب سنتا تاکہ وہ کہیں نہ رکے اور نہ ہی اس کو جھجک محسوس ہو ،

★

سمجھاتے ہوئے الفاظ سادہ اور ڈھکے چھپے رکھے، انگلش کا سہارا لیتی اور کبھی اردو کو تھام لیتی لیکن کوئی تشنگی نہیں چھوڑی، اس کو بلوغت کے بعد غسل کا طریقہ بھی والد نے سمجھایا اور میں اسے تنہائی کے گناہ، نظر کی حفاظت ہر چیز سمجھاتی رہی۔ ان سب چیزوں کے ساتھ دعا بہت اہم ہے ۔

پھر اس کو موبائل بھی لے کر دیا، اس کا آف اینڈ آن چیک بھی رکھا اور موبائل پر بھی اسے اچھا stuff ڈھونڈ کر دیا، ہم سارا دن ساتھ ہوتے ہیں، ہر بات شئیر کرتے ہیں، میں اسے یہ بھی کہتی ہوں کہ دین میں جلد شادی کا حکم ہے اور یہی فطری چیز ہے لیکن اس پر ہماری اب انڈرسٹینڈنگ ہے کہ شادی ابھی early topic ہے اور اس کو کہہ رکھا ہے کہ آپ جس وقت کہیں گے ہم آپ کی شادی کر دیں گے، حالانکہ ابھی اس کی عمر صرف پندرہ برس ہے لیکن اسے اتنا اعتماد، اتنی اسپیس دی ہے کہ وہ بلا جھجک ہر بات کر سکے، کوئی بھی سوال پوچھ سکے، کچھ بھی الجھن ہو ڈسکس کر سکے۔ پھر یہاں جرمنی میں اس ماحول میں آکر نئے سرے سے بہت سٹنگز، ڈسکشنز ہوئیں ۔ اگر ہم والدین یہ سب نہیں کریں گے تو کون کرے گا، والد کی نسبت وہ مجھ سے بات کرنے میں زیادہ کمفرٹیبل ہوتا ہے لیکن ایک حد میں رہ کر، حیا کے دائرے میں، کئی بار نظر ملائے بغیر کاموں میں مصروف نظر آتی اس کو سب کچھ سمجھا دیتی ہوں، میرا بیٹا یہ سوال نہیں پوچھتا کہ آج آپ نے نماز کیوں نہیں پڑھی یا روزہ کیوں نہیں رکھا، نہ ہی اسے یہاں کے سکول میں اوپن ڈسکشنز والے ماحول میں آکر عجیب لگا کیونکہ وہ آلریڈی شرعی نقطہ نظر سے مکمل معلومات رکھتا تھا، وہ جانتا ہے تنہائی کیسے پاک رکھنی ہے اور اسکرین پر سرچنگ کی لمٹ کیا ہے کیونکہ اس کے اندر بچپن سے یہ تصور مضبوط کیا گیا ہے کہ والدین ہر جگہ نہیں ہیں لیکن اللہ ہر جگہ ہیں، اللہ کے سامنے ایسا کوئی کام نہ کرنا جو اللہ نے منع کر رکھا ہے

اس کی نسبت بیٹی بہت سادہ مزاج تھی اور یہاں گریڈ فورتھ میں جو کہ جونئیر سیکشن کا آخری سال ہوتا ہے اس ایک ہفتے کا سیشن رکھتے ہیں جس میں بچوں کو جسمانی تبدیلیوں کے بارے میں اے ٹو زی بتایا جاتا ہے، یہ میرے لئے ایک قدرے مشکل مرحلہ تھا کیونکہ بیٹی فطرتاً بہت سادہ مزاج ہے تو یہاں کچھ سال پہلے one day session ہوتا تھا تو کئی پاکستانی مائیں چھٹی کروا لیتی تھیں لیکن اب ایک ہفتہ کا آدھے گھنٹے کے حساب سے روز کا سیشن تھا۔ میں نے ہمت باندھی اور جو چھوٹی سی کتاب انھوں نے ساتھ دی اس کے مطابق خود سمجھانا شروع کیا، کچھ وہ اسکول سے سنتی اور باقی فلٹریشن میں ایڈ کر دیتی کیونکہ ہم نے اپنے حساب سے بتانا ہوتا ہے کہ دین کا حکم اور طریقہ کیا ہے تو اس طرح اس کا یہ دور بھی مکمل ہوا، اب بارہ سال کی عمر میں اس کو جسمانی تبدیلیوں کا علم بھی ہے اور جذباتی مسائل بھی وہ مجھ سے ڈسکس کرتی ہے، وہ کیسا سوچتی ہے، اسے کس چیز سے ڈر لگتا ہے اور اس کے ذہن میں کیا سوال آتے ہیں، میں آرام آرام سے اس کے دل سے خوف نکالتی جاتی ہوں، معلومات دیتی جاتی ہوں لیکن ظاہر ہے ایک خاص حد تک، جن باتوں سے وہ اپنی فطری معصومیت کی وجہ سے لاعلم ہے، ان موضوعات سے ہٹ کر

★

لیکن ظاہر ہے سمجھانے بتانے کا یہ سلسلہ ان شاء اللہ جاری رہے گا جب تک میں بحیثیت ماں ہونے کے مطمئن نہ ہو گئی۔ اگر میں بھی شرم سے چپ رہوں تو ٹیکنالوجی کے اس دور میں میرے بچے کی گمراہی کا ذمہ دار کون ہو گا

ہم میں سے جو مائیں ہیں انھیں اولاد کی ذمہ داری کو سمجھنا ہو گا اور جو آن میرڈ ہیں انھیں بھی علم ہونا ضروری ہے کہ آنے والے دور میں بچے کے لئے ایک مخلص، نرم مزاج، دوست نما ناصح بننا کتنا ضروری ہے۔

ہمیں ہاتھ پکڑ کر اپنے بچوں کو چلانا ہے، زمانے کے سرد و گرم سے انھیں آگاہ کرنا ہے، ہر اچھا برا سمجھا کر انھیں اعتماد دینا ہے اور ان کے ہر سوال کا جواب انھیں دینا ہے، انکے تجسس کو تسلی میں بدلنا ہے، یہ خاموش رہنے یا خاموش کروانے والے موضوعات نہیں ہیں۔

اب جیسے اس نے جھجکتے ہوئے سوال کیا کہ ماں، ایک بات پوچھوں؟ جب ابو سے آپ کی انگیجمنٹ ہوئی تھی تو آپ کو شرم آ رہی تھی؟ مجھے اس معصوم سوال پر ہنسی آ گئی کیونکہ میں اس کی عمر میں زیادہ شارپ تھی اور اس کا سوال قدرے بچکانہ تھا، لیکن اہم یہ ہے کہ سوال دماغ میں آیا اور اس نے پوچھ لیا، جھجک میں کمی لانا ہی میرا مقصد تھا، اس عمر میں ٹین ایج کے آغاز میں فطری طور پر کیفیات اور شوق بدلنے لگتے ہیں تو بس ہر وقت ہم موجود ہوں، ایک کندھا ان کا سر ٹکانے لئے، ایک ہاتھ ان کو تھپکی دینے کے لئے اور ایک نرم زبان ان کو نرم جوابات اور تسلی دینے کے لئے موجود ہو۔

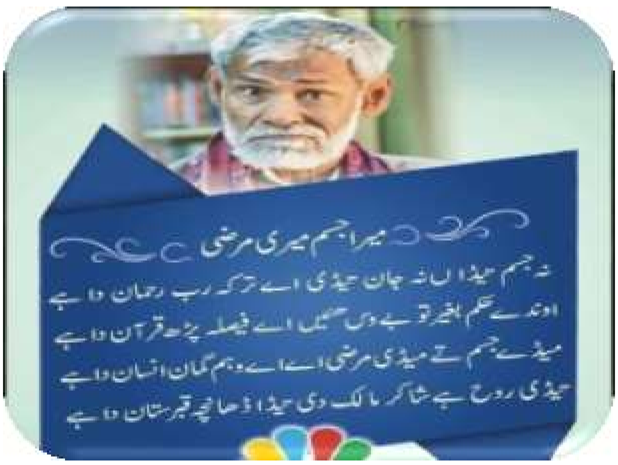

Idiom

"TO FEEL UNDER THE WEATHER"

meaning:to not feel well

In most cases it is used to Say that you feel a little sick.

Example:

I'm really feeling under the weather today, I have a terrible cold.

Idiom of the day. **Talk turkey.**

(US informal)

➡️ "Talk turkey" means to discuss something honestly and directly ✌️.

👉 Okay, Lucy we have business to discuss. Let's talk turkey now.

Idiom of the day.

Storm in a teacup.

➡ Meaning: a lot of unnecessary anger and worry about a matter that is not important and will soon be forgotten.

👉 Both are trying to present the disagreement as a storm in a teacup.

ایک وقت تھا

میں سوچتی تھی کہ اگر میں ڈائمنڈ پہنونگی تو بہت دلکش لگوں گی۔ دنیا کی سب سے زیادہ پسند کیے جانے والی جیولری پہن کہ کتنا اچھا محسوس کرونگی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے اتنی مہربانی کی اور ڈائمنڈ سیٹ پہنا بھی لیکن کچھ ہی عرصے بعد اسکی اہمیت ختم ہوگئی۔ میرا دل اُچاٹ ہوگیا اس سے

نہ مجھے اس میں کوئی کشش نظر آتی تھی نہ کوئی چمک۔ نہ میرا دل چاہا اسے دوبارہ پہننے کو ۔

ایک وقت تھا

جب مجھے برانڈز کی چیزوں سے محبت ہوگئی تھی۔ مجھے لگتا تھا کہ اگر میں Gucci کا بیگ خرید لونگی تو بہت اچھا لگے گا۔ میں بہت خوش ہونگی اور بہت ایکسائیٹڈ بھی ۔

لیکن جب وہ بیگ خرید لیا تو کچھ دن بعد اس سے بھی دل بھر گیا اور اس کا براؤن چمکتا رنگ زہر لگنے لگا۔ مجھے عجیب سی کوفت ہونے لگی اس سے۔ لہذا میں نے اسے اٹھا کہ الماری کے ایک کونے میں رکھ کہ بند کر دیا کہ دوبارہ دکھائی بھی نہ دے۔

ایک ایسا وقت بھی آیا

جب مجھے لگتا تھا میں اپنوں کے بنا ایک دن بھی زندہ نہیں رہ پاونگی، فورا مر جاؤنگی لیکن ایسا نہ ہوا۔ زندگی کا سب سے بڑا خوف (اپنوں سے جدا ہونے کا خوف) پورے آب و تاب سے میرے وجود پہ چھا گیا اور یوں سما گیا جسم میں جیسے مجھے کوئی خوف تھا ہی نہیں۔ جیسے یہ خوف محض وہم تھا میرا۔ پردیس میں آٹھ سال گزار کہ مجھے اندازہ ہوا میں تو اکیلے رہنے کی عادی ہوں۔ مجھے تو شور شرابے سے کوفت ہوتی ہے۔ مجھے تو اونچی آوازیں بھی تکلیف دیتی ہیں۔ میں نے بہت کریدا خود کو کہ کہاں گیا وہ شوق؟ کہاں گیا وہ دل جو رونق میلوں اور محفلوں میں بڑا خوش ہوتا تھا؟ جسے بڑا شوق تھا کہ ارد گرد ایک جھرمٹ بنا رہے ؟

ایک وقت تھا

جب میں سوچتی رہتی تھی دنیا کی سیر و سیاحت سب سے زبردست چیز ہے۔ یہی مقصد حیات ہے۔ مجھے گھومنا پھرنا چاہیے ہر ملک ہر کوچہ، گلی جہاں جہاں تک رسائی ممکن ہے جانا چاہیے۔ پھر وہ وقت آیا بھی اور کافی جگھوں پہ گھومنے کے بعد مجھے تھکاوٹ نے سارا مزہ کرکرا کر دیا۔ برف سے ڈھکے ہوئے سفید خوبصورت پہاڑوں کا سلسلہ اور نیلے سبز پانی کی گہری جھیل بھی پرکشش نہ لگ

★

رہی تھی۔ بھوک اور تھکان سے برا حال تھا بس دل چاہتا تھا بھاگ جاؤں یہاں سے اور ایک سوکھی روٹی اور پانی مل جائے اور ایک بستر سونے کیلیئے۔۔بس !

اور کسی چیز کی طلب باقی نہ رہی۔ اس رات بستر پہ گر کہ صرف ایک لمحہ کو سوچا کہ یہی ضرورت حیات ہے بس۔ ایک سوکھی روٹی ،پانی اور بستر !بس

اس سے زیادہ سب وبال جان ہیں۔ سب خود کی اکٹھی کی ہوئی سزائیں اور مصیبتیں ہیں۔ انسان بڑے شوق سے یہ مصیبتیں خریدتا ہے اور انکو پالتا بھی ہے لیکن ایک وقت میں ہر چیز سے اکتا جاتا ہے، تھک جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرما دیا کہ

"بیشک دنیا کی زندگی تھکا دینے والی ہے"

تو پھر آرام و قرار کہاں ؟

صرف آخرت میں!

صدیوں پرانے پانچ شاہی محلات

عالی شان محلّات، بلند و بالا قلعے اور پُر شکوہ عمارات صدیوں سے شاہان و امرا کی شان و شوکت کی علامت اور یادگار کے طور پر تعمیر کی جاتی رہی ہیں اور آج بھی دنیا بھر میں عظمتِ رفتہ کی یہ نشانیاں ہمارے لیے دیدنی ہیں۔

یورپ کی بات کی جائے تو وہاں ہر سال کروڑوں سیاح ایسے محلّات اور قلعوں کی سیر کو آتے ہیں، جن کا منفرد طرزِ تعمیر ہی نہیں ان سے منسوب داستانیں، مستند تاریخی واقعات اور حقائق بھی ان کی دل چسپی کا باعث بنتے ہیں۔ یہاں ہم یورپ کی اُن پانچ عمارتوں کا تذکرہ کر رہے ہیں جن کی شان و شوکت اور تب و تاب آج بھی برقرار ہے۔

ونڈسر کیسل

یہ عظیم الشان برطانوی محل قدیم ترین شاہی رہائش گاہ کے طور پر مشہور ہے۔ صدیوں سے اس محل میں شاہی خاندان آباد ہے۔ تاری خ کے صفحات بتاتے ہیں کہ ونڈسر کیسل کی تعمیر 1078 عیسوی میں مکمل ہوئی تھی اور کسی زمانے میں یہ عمارت شاہی افواج کی قیام گاہ کے ساتھ ساتھ بطور جیل بھی استعمال ہوتی رہی۔ یہ ایک پُر شکوہ عمارت اور طرزِ تعمیر کے اعتبار سے نہایت خوب صورت ہے جو برطانوی ملکہ کی مرکزی رہائش گاہوں میں سے ایک ہے۔ برطانوی تاج دار کی اس محل میں موجودگی کی صورت میں یہاں مخصوص مینار پر ان کا پرچم لہرا دیا جاتا ہے۔

شوئن برن پیلس

لگ بھگ تین صدی اور اس سے کچھ زائد عرصہ ہوا جب پندرہویں صدی عیسوی کی ایک عمارت کی از سرِ نو تعمیر کے ساتھ اس کے وسیع احاطے میں ایک محل کھڑا کر دیا گیا اور اسے شوئن برُن پیلس کا نام دیا گیا جس کا مقامی زبان میں مطلب خوب صورت بہار تھا۔ یہ محل آسٹرو ہنگیرین بادشاہت کی یادگار ہے جسے آسٹریا کی ملکہ ماریا ٹیریسا نے یوں آباد کیا کہ یہ یورپی شاہی خاندانوں کا سب سے بڑا اور اہم مرکز بن گیا۔ آج کے جمہوریہ آسٹریا کے شہر ویانا میں سالانہ لاکھوں لوگ اس عظیم الشان محل کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔

★

ویر سائیے پیلس

یہ 1677 کی بات ہے جب فرانس کے دارالحکومت پیرس کے نواح میں اس وقت کے بادشاہ لُوئی (چہاردہم) نے ویر سائیے پیلس کو شاہی رہائش گاہ کے طور پر اپنایا۔ یہ محل اٹھارہ سو کمروں پر مشتمل ہے اور یورپ کے بڑے محلات میں سے ایک ہے۔ ویر سائیے پیلس کی خوب صورتی اور اس کا طرزِ تعمیر اس دور میں مثالی ثابت ہوا اور مشہور ہے کہ یورپ کے دیگر حکم رانوں اور امرا نے اسی طرز پر اپنے قصر تعمیر کروائے۔ فرانس کا یہ محل آج بھی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

پیٹرہوف پیلس

خلیج فن لینڈ کے کنارے تعمیر کیا گیا یہ محل روس کے شہر سینٹ پیٹرزبرگ کے مغرب کی طرف واقع ہے اور سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ تاریخ کی کتب بتاتی ہیں کہ اس محل میں موسمِ گرما میں روسی زار پیٹر اوّل قیام کرتا تھا۔ 1723 کی اس عظیم یادگار کی انفرادیت اور اس کا حُسن اس میں بنائی گئی آبی راہ داریاں ہیں۔ اس کے بیرونی اور داخلی راستوں پر حوض، تالاب اور ان میں موجود فوّارے اس کی دل کشی بڑھاتے ہیں۔

توپکاپی پیلس

ترکی جانے والے سیاح مشہور شہر استنبول کا توپکاپی پیلس دیکھنے ضرور جاتے ہیں۔ اس محل کے چار بڑے حصّے ہیں اور اسے ایک وسیع رقبے پر تعمیر کیا گیا ہے جو پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں اس وقت کے سلاطین کی رہائش گاہ ہی نہیں بلکہ انتظامی امور کا مرکز بھی تھا۔ یہ محل چار مرکزی احاطوں اور کئی چھوٹی عمارات کا مجموعہ ہے۔ اپنے عروج کے زمانے میں اس میں چار ہزار سے زائد افراد رہائش پزیر تھے۔

بات سے بات

ایک صاحب کو کسی مجلس میں تقریر کرنی پڑ گئی۔ انہوں نے زندگی میں پہلے کبھی تقریر نہ کی تھی۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بھائی! تقریر کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ اک جملہ بولو اور اسی سے دوسرا جملہ نکال لو۔

سب اسی طرح تقریر کرتے ہیں۔ وہ صاحب اسٹیج پر آئے اور تقریر یوں شروع کی:
السلام علیکم! اسلام میں سلام کی اہمیت سے تو آپ سب واقف ہیں۔ اسلام میں جھوٹ بولنا سخت منع ہے۔ جھوٹ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ سب سے لمبی جڑ خربوزے کی ہوتی ہے۔

خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اسلام میں رنگ و نسل کا کوئی تصور نہیں۔ مسلمانوں کے احرام کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے ہمیشہ میٹھی اور اچھی بات نکلے۔ بکرے کی زبان کبھی نہیں کھانی چاہیے۔

بکرے کی ماں آخر کب تک خیر منائے گی۔ ایک دن چھری کے نیچے آئے گی۔

ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہوتی ہے۔ جنت میں پینے کے لئے پانی کے بجائے دودھ ملتا ہے۔ گوالے دودھ میں پانی ملا کر بیچتے ہیں۔ آج کل شہر میں پانی کی بڑی قلت ہے۔ شہر قصبے سے بڑا ہوتا ہے۔ پانی کا سب سے بڑا جانور وھیل ہوتا ہے۔
جانوروں کی عقل انسان سے کم ہوتی ہے۔ آج تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا کہ عقل بڑی ہوتی ہے یا بھینس؟ بھینس کے آگے بین بجانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بین بجانے کے لئے بڑی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی ہے۔

عالم چنا کا ہاتھ بہت بڑا تھا۔ جانوروں کا دل بڑا ہوتا ہے جسامت میں۔ ہمارے ملک میں دل کی بیماریاں بہت پھیل رہی ہیں۔ بیماری کے دوران اور بعد میں مریض کو مکمل آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس تیز رفتار زمانے میں آرام کا تصور مٹ چکا ہے۔

ربر مٹانے کے کام آتا ہے۔ چین میں ربر کے بڑے بڑے درخت ہیں۔ درخت لگانا ثواب کا کام ہے۔ مولانا عبدالستار ایدھی بہت ثواب کا کام کرتے تھے۔
بچوں کو عیدی نہیں دینی چاہیے، کیونکہ ان کی عادت بگڑ جاتی ہے چاہے رائی کے برابر دی جائے۔ رائی کا پہاڑ بنانے کی عادت اچھی نہیں۔ رائی اچار میں استعمال ہوتی ہے۔ اچار کھٹا ہوتا ہے۔ کھٹی چیزیں کھانے سے گلا خراب ہو جاتا ہے۔ گلے میں پیسے نہیں جمع

کرنے چاہییں، کیونکہ وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پیسوں پر لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کے دانت ٹوٹنے کے بعد نئے نکل آتے ہیں اور اگر ان پر زبان لگاؤ تو دانت ٹیڑھے نکل آتے ہیں۔

کتے کی دُم ٹیڑھی ہوتی ہے۔ کتا وفادار جانور ہے۔ نوکر رکھنے سے پہلے اس کی وفاداری کا امتحان ضرور لینا چاہیے۔ پتنگ کو جب تک ڈھیل نہ دی جائے وہ اوپر نہیں جاتی۔ پتنگ بازی بہت سے حادثات کا سبب بنتی ہے۔ حادثات کو روکنا پولیس کا کام ہے۔ کرفیو میں پولیس لوگوں کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

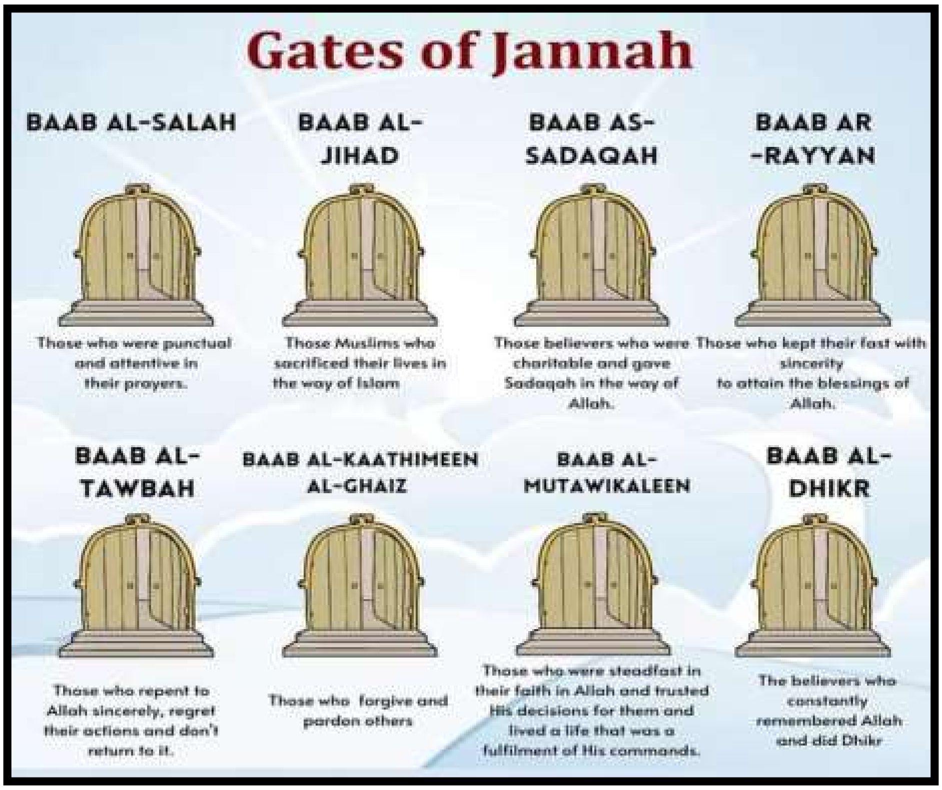

To-Too

To

Express motion or in direction of

Too

In addition or to a higher degree

Storey-Story

Storey

Level of a building

Story

Tale or account

Stationary-Stationery

Stationary

Not moving

Stationery

Writing materials

Sight-Site

Sight

Ability to see

Site

Location or place

Principal-Principle

Principal
Head of school or most important

Principle
Fundamental rule or belief

Militate-Mitigate

Militate
Powerful factor in prevention

Mitigate
Make less severe

Wreath-Wreathe

Wreath
Ring-shaped flower arrangement

Wreathe
Surrounding or encircle something

There-Their

There
In, at or to that place or position

Their
Belongs to or associated with

بیوہ عورتوں کے حقوق

معاشرۂ انسانی میں سب سے زیادہ ناتواں ولاچار وہ عورت کہلاتی ہے جس کے سر سے اُس کے شوہر کا سایہ اُٹھ گیا ہو اور وہ "بیوگی" کی زندگی گزار رہی ہو۔ ایسی بے یار و مددگار عورت کے کھانے پینے کی نہ کسی کو فکر ہوتی ہے اور نہ ہی اُس کے رہن سہن کا کسی کو کوئی خیال۔ بلکہ اُلٹا ایسی بے سہارا و غیر محافظ بیوہ عورت کے روحانی و جسمانی دُشمن ہمہ وقت اُس کے پس و پیش گدھ کی طرح منڈلاتے رہتے ہیں اور اُس پر حملہ آور ہونے کے لئے کسی مناسب موقع کی تاک میں لگے رہتے ہیں، چناں چہ ہمارے معاشرہ کے روز مرہ کے بیسیوں واقعات اِس تلخ حقیقت پر شاہد عدل ہیں۔

اِس سلسلہ میں اگر دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہودی و عیسائی مذاہب میں یہ قانون رائج تھا کہ جب کسی شادہ شدہ عورت کا شوہر مر جاتا تو وہ بیوہ ہو کر اُس کے دوسرے بھائی کی ملکیت میں آجاتی تھی۔ دیور یا جیٹھ اپنی بھابھی کے ساتھ جس طرح چاہتا معاملہ کرتا، بیوہ بھابھی کو اِس میں "اُف" کرنے کا بھی اختیار نہ تھا۔ بعد ازاں عیسائی مذہب میں قانون ختم تو ہو گیا لیکن اُس میں کوئی دوسرا متبادل مثبت پہلو پیش نہیں کیا جا سکا۔ ہندو مذہب میں بیوہ عورت کی زندگی کی کوئی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی، بلکہ اُس کا نظریہ تو یہ ہے کہ اب اِس بیوہ عورت کو اپنے شوہر کی چتا سے لپٹ کر بے موت مر جانا چاہیے، یا اگر زندہ رہنا چاہے تو دُنیا کی تمام آرائش و آسائش سے علیحدہ ہو کر ساری عمر شوہر کے سوگ میں گزار دے۔ مشرکین عرب بیوہ عورت کو اپنی ملکیت میں لے کر اُس کے ساتھ جس طرح چاہتے سلوک کرتے۔ اُس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے۔ دردناک اذیتیں و مصیبتیں پہنچاتے۔ اُس سے دین مہر معاف کرا لیتے۔ اور اُس کو اپنی مرضی کے بغیر کہیں شادی نہیں کرنے دیتے۔

لیکن اِن تمام مذاہب کے برعکس جب دُنیا میں مذہب اسلام نے غلبہ حاصل کیا تو اُس نے معاشرہ انسانی کے اِس جنس لطیف کے گروہِ ناتواں کی فریادرسی و اشک شوئی کی۔ اور سب سے پہلے یہ کیا کہ بیوہ عورت کے غیر محدود زمانۂ سوگ کو چار ماہ اور دس دن تک محدود کر دیا، تاکہ اِس زمانہ میں وہ اپنے شوہر کی جدائی کے تھوڑے بہت غم کا ازالہ کر سکے۔ نیز اِس سے یہ بھی معلوم ہو سکے کہ سابقہ شوہر کے نطفہ سے اُس کا کوئی حمل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اِس کی عدت حمل جننے تک دراز ہو جائے گی۔ اور اگر نہیں ہے تو یہی چار ماہ اور دس دن کا زمانہ اِس کی عدت کے ایام تصور کئے جائیں گے۔ اِس کے بعد یہ دیکھا جائے گا کہ سابقہ شوہر کی طرف سے اِس بیوہ عورت کو حق مہر ادا کیا گیا تھا یا نہیں؟ اگر ادا کیا گیا تھا تو بہت اچھی بات ہے، ورنہ اُس کے ترکہ میں سے اِس کا حق مہر اِس کو دلایا جائے گا۔ پھر اگر اِس کی اولاد ہوئی تو سابقہ شوہر کے ترکہ میں سے اِس کو کل مال کا آٹھواں حصہ دلایا جائے گا اور اگر اولاد نہ ہوئی تو سابقہ شوہر کے ترکہ میں سے اِس کو کل مال کا چوتھا حصہ دلایا جائے گا۔

★

ایامِ عدت گزر جانے کے بعد اسلامی نقطہ نظر سے شرعی حدود و قیود کے اندر رہ کر اب بیوہ عورت بالکل آزاد اور خود مختار ہے۔ اب وہ اپنے لئے ہر قسم کی جائز اور مناسب زیب و زینت کر سکتی ہے۔ اسلام نے اُس کے سر سے اُس کے دیور، جیٹھ، نند، ساس، سسر وغیرہ تمام عزیز و اقارب کی جابرانہ حکومتوں کا خاتمہ کر کے اُس کے ہاتھ میں آزادی و خود مختاری کا پروانہ پکڑوا دیا ہے۔ لہٰذا اِس کے بعد اب وہ جہاں کہیں مناسب سمجھے اپنی مرضی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔

اِسلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ حکم خوب صراحت کے ساتھ دیا ہے کہ جس سوسائٹی اور معاشرہ سے بیوہ عورت کو دوسروں نے نکال دیا ہو تم اُس کو عزت و ادب کے ساتھ اُس میں داخلہ کا موقع دو اور اُس کے مخلص شریک حیات بن کر دوبارہ اُس کو دوبارہ وہ شرف و عنایت بخشو جس کے سایہ سے وہ محروم ہو گئی ہے۔ چناں چہ ارشادِ خداوندی ہے:

"ترجمہ: تم اپنے میں سے بغیر شوہر والی عورتوں سے نکاح کرو!" (سورۂ نور)

چناں چہ سیرتِ نبویہ ﷺ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضورِ اقدس ﷺ اِس اخلاقی وصف کے پورا کرنے میں پیش پیش تھے۔ آپ نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی چالیس سالہ بیوہ عورت سے شادی کی اور پھر پچیس سال تک اِس طرح اُن کے ساتھ شریک حیات رہے کہ اِس دوران آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے جن دس عورتوں (حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا، حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُم سلمہ بنت ابی امی رضی اللہ عنہا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ بنت حُیَیّ رضی اللہ عنہا، اور حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا) سے نکاح کیا وہ بھی سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساری بیوہ ہی تھیں۔ اسی طرح متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے زمانے کی مختلف بیوہ عورتوں کی فریاد رسی کی اور اُن کے شریک حیات بن کر خود اُن کو سہارا دیا۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ اُن کے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جب غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے شادی کی۔ اسی طرح حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن سے شادی کی۔

حضورِ اقدس ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زیر کفالت تمام بیوہ عورتوں کی کے نان نفقہ کا بوجھ اپنے کندوں پر اُٹھایا اور سوسائٹی و معاشرے میں دوبارہ اُن کو عزت و آبرو کے ساتھ داخلے کا موقع دیا اور اُن کو سماج و معاشرہ میں اُس مہر و عنایت سے مشرف فرمایا جس کے سائے سے وہ محروم ہو گئی تھیں۔

حضورِ اقدس ﷺ نے تا قیامت آنے والی اپنی اُمت کو بیوہ عورتوں کے بارے میں اِس بات کی بشارت و نوید سنائی کہ:

"بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دوڑنے والا ہوتا ہے۔"

★

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

''جیسے وہ نمازی جو نماز سے نہیں تھکتا اور وہ روزہ دار جو کبھی اپنا روزہ نہیں توڑتا۔''

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ:

''بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے، دن بھر روزہ رکھنے والے اور شب

بھر نماز پڑھنے والے کی طرح ہے۔''(بخاری، مسلم، مؤطاامام مالک)

لیکن اگر کوئی بیوہ عورت اپنے بچوں کی خاطر دوسری شادی نہ کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بھی ثواب سے محروم نہیں رکھا، بلکہ اُس کے لئے اپنے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں اور غم گین چہرے والی عورت جس کا شوہر مر گیا اور اُس نے اپنے بچے کو دیکھ کر صبر کر لیا جنت میں اِس طرح ہوں گے۔''(الادب المفرد)

دوسری حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ:

''وہ جاہ و منصب اور حسن و جمال والی عورت جو اپنے شوہر کے مر جانے کے بعد بیوہ ہو گئی ہو اور اپنے یتیم بچوں (کی خدمت) کی خاطر اپنے آپ کو (کسی دوسری جگہ شادی کرنے سے) روکے رکھے، یہاں تک کہ وہ بچے اُس سے جدا ہو جائیں یا مر جائیں (تو میں اور وہ جنت میں اِس طرح اکٹھے ہوں گے جیسے شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی آپس میں اکٹھی ہوتی ہیں یعنی بالکل ساتھ ساتھ ہوں گے!''(سنن ابی داؤد)

اب ذرا ہم اپنے معاشرے کی طرف نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ ہمارے ارد گرد اور آس پاس کتنی ہی ایسی بے سہارا اور بے کس اور محتاج بیوہ عورتیں موجود ہیں جو انتہائی کسمپرسی اور لاچاری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ کیا ہم نے کبھی اُن کی فریاد رسی یا اشک شوئی کی ہے؟ کیا ہم نے کبھی اُن کے کھانے پینے اور اُن کے رہن سہن کی فکر کی ہے؟ یا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرتِ مقدسہ پر عمل کرتے ہوئے ہم میں سے کسی نے اُن کے شریک حیات بن کر اُن کو سوسائٹی و سماج میں مہر و عنایت کا سہارا دیا ہے؟ اگر دیا بھی ہے تو بہت ہی کم لوگوں نے۔ تو پھر آیئے آج ہی ہم اپنے پرور دگار کے حضور یہ عہد کرتے ہیں کہ آئندہ ہم انسانی معاشرہ کی سب سے مظلوم و لاچار اِس صنف نازک کی فریاد رسی و اشک شوئی کے سلسلہ میں کسی بھی قسم کی پہلو تہی و سستی اور کوتاہی و لاپرواہی نہیں کریں گے۔

★

تہہ در تہہ

الجبرا کے ماہر لڑکے
تمہارے نزدیک ایکس فقط ایک مُتغیر ہے
ہائے! تُم "ایکس" کی قیمت نہیں جانتے!
خواہشوں کو مجبوریوں پر
تقسیم کرنے والے لڑکے کا دُکھ جانتے ہو؟

المیہ تو یہ ہے کہ
تھیسس لکھنے والے کو فرسٹ ایڈ نہیں آتی!
کمپیوٹر کی پروگرامنگ ٹھیک ہے، مگر
کیا تُم میسج پڑھ کے نکلنے والے آنسوؤں کو ڈی کوڈ کر سکتے ہو؟
یا پھر کنٹرول شفٹ دبا کے
ساری یادیں ڈلیٹ ہو جاتی ہیں؟

زمین سے مریخ تک، ماپنے والے
خیرات لے کر اُٹھائے گئے دو قدموں کے درمیان
کتنے نوری سال کا فاصلہ ہوتا ہے؟
گاؤں سے اماں جب کال پہ
"ہیلو" کہتی ہے
اس لفظ کی تاثیر کتنی ٹھنڈی ہے
حکمت میں کہاں لکھا ہے؟

ماسٹر کی ڈگری لینے والے کو
ٹریفک کے قوانین
یا ایمرجنسی ایگزٹ

★

بلکہ خوش رہنے کے اصول کہاں پڑھائے جاتے ہیں؟
دُکھ "سُننے" کی مشق کب کروائی جائے گی؟

بلاک ہونے کا صدمہ
میں تو سہہ گیا ہوں
روبوٹ سہہ پائے گا؟
کس فریکونسی سے رویا جائے
چاند پہ چرخہ کاتنے والی بڑھیا
کام چھوڑ کے روٹی پکانے لگ جائے؟

تم جھولتی ہوئی "مُسکراتی" لاش کو دیکھ کر
بلاک ہوئے نمبر پہ وصیت بھیج سکتے ہو؟
کفن میں جیب کا نہ ہونا تو سمجھ آتا ہے
نکاح نامے میں محبت کا خانہ کیوں نہیں ہے؟
یار تُم نے کتابیں پڑھی ہیں
اور اُن میں فقط "لفظ" پڑھے ہیں
تہہ در تہہ چہرے بھی پڑھتے تو اچھا تھا

★

علم دریچے

آسان زندگی کا راز

"آسان زندگی کے متلاشی ہمیشہ مشکل میں ہی رہتے ہیں مگر جو مشکل کا مقابلہ کرنا سیکھ لیتے ہیں اُن کی زندگی خود بخود آسان ہو جاتی ہے۔"

ظلم سے نجات

"یہ سچ ہے کہ عموماً طاقتور اپنے سے کمزور کا استحصال کرتا ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ ظالم کو ظالم بنانے میں دوسرا بڑا ہاتھ خود مظلوم کا اَپنا ہوتا ہے۔ اگر اِرادہ مصمم ہو، آپس میں اَخوّت ہو، اللہ پر بھروسا ہو تو تمام تر ناتوانی کے باوجود خوف و جبر کے تسلط سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے"

ایک دوست

عجیب واقعہ ہے ایک عزیز دوست
اپنے مفاد پر مجھے قربان کر گیا
کتنی سدھر گئی تھی جدائی میں زندگی
ہاں وہ جفا سے مجھ پہ احسان کر گیا
میں بات بات پر کہتی تھی جس کو جان
آخر وہی شخص مجھ کو بے جان کر گیا! . . .

غلط طرزِ زندگی

"رات گئے تک جاگنے اور صبح دیر تک سونے کی بدولت ہر روز سورج کی 50 فیصد روشنی کو ضائع کر دینے والی قوم بجلی کی مہنگائی اور عدم دستیابی کا رونا تو رو سکتی ہے ترقی نہیں کر سکتی!۔"

عالم اور جاہل

"یہ دنیا بھی عجیب جگہ ہے یہاں جاہل اور کم علم لوگ اپنے آپ کو عالم سمجھتے بھی ہیں اور فخریہ طور پر کہلواتے بھی ہیں۔ دوسری جانب حقیقی عالموں پر زندگی یہ راز آشکار کر دیتی ہے کہ وہ تمام عمر کچھ بھی تو نہیں جان پائے"

چینی

فقر و فاقہ بھی خوب ہے آج کل
نا ملے دال، نا ملے کہیں چینی
اچھی حکومت کا نعرہ لگاتے ہیں خود
سونے کے بھاؤ بک رہی ہے چینی

اصل منزل

"انسان جب زندگی میں کامیابی کی منازل طے کر رہا ہو تو اُسے یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اُس کی ابتدا کیا تھی تاکہ اس میں تکبر پیدا نہ ہو، مگر اِس سے بھی کہیں زیادہ اہم بات جو ذہن میں رکھنے کی ہے وہ یہ کہ اُس کی انتہا کیا ہوگی، تاکہ وہ ترقی کے نشے میں راستہ بھٹک کر کہیں اپنی اصل منزل ہی نہ کھو دے۔"

حرام کے مال کی پاکیزگی

"جس طرح کُتّے کو خوشبودار صابن سے نہلا دینے اور ریبیز (rabies) کا ٹیکہ لگوا دینے سے) کُتّا پاک نہیں ہو جاتا۔ جس طرح جھٹکے یا مردار جانور کا گوشت کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینے سے وہ کھانا قابل استعمال نہیں ہو جاتا۔ جس طرح خنزیر کا ذبیحہ حلال نہیں ہو سکتا۔ جس طرح سُود کو کسی صورت طاہر نہیں کیا جاسکتا ٹھیک اُسی طرح حرام مال پر زکوۃ ادا کرنے سے یا اُس میں سے صدقہ وخیرات کر کے اُسے پاک نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی ایسے پیسہ سے حج و عمرہ کی ادائیگی کی جاسکتی ہے۔ حرام کا مال ہر صورت حرام ہی رہے گا اور جہاں جہاں استعمال ہو گا وہاں وہاں برائی لائے گا۔ پاکستان غریب نوازی (philanthropy) میں دُنیا میں سرِفہرست ہے جس کی اصل وجہ ناجائز مال کی بہتات اور لوگوں کا بسترِ مرگ پر پڑا ضمیر ہے جو اُن کو گاہے بگاہے اشاروں سے یہ بات یاد دلاتا رہتا ہے کہ "تونے یہ سب غلط طریقہ سے کمایا ہے۔ اب کچھ اللہ کے نام پر خرچ کر لے تو شاید بچت ہو جائے۔" لیکن ایسے لوگ بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے بہت سے لوگوں* کے حق پر ڈاکہ ڈال کر حرام کا مال کمایا ہے اس لیے اب چند مساکین کو اُسی لوٹے ہوئے مال میں کچھ بھیک دے دینے سے اُن کا مال پاکیزہ نہیں ہو جائے گا۔ اگر وہ لوگ یہ حرام خوری اور لوٹ کھسوٹ روک دیں تو شاید میرے ملک میں موجود ہر کشکول ٹوٹ جائے۔ واللہ عالم"!

عظمت کا خراج

"لگ بھگ ایک ارب سال تک زمین سے سینکڑوں میل نیچے انتہائی وزن اور شدید حدت برداشت کرنے والا معمولی کوئلہ بالآخر بیش قیمت ہیرا بن جاتا ہے، جسے بادشاہ اپنے تاج کی زینت بنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ کسی انسان کی شخصیت بھی اُس وقت تک بیش قیمت نہیں ہوتی جب تک کہ اُس نے طویل عرصہ تک شدید مشکلات کا بوجھ نہ اُٹھایا ہو اور تجربات کی بھَٹی کی تپش نہ برداشت کی ہو۔ تن آسانی کے عادی شخص کو عظمت کے خواب نہیں دیکھنے چاہئیں۔"

خوف کا اسیر

"انسان کی ازلی خواہش ہے کہ اُسے خوشیوں بھری پر سکون زندگی میسر آئے۔ اس منزل کے حصول کے لیے وہ اسباب جمع کرنا شروع کرتا ہے۔ پھر اِس جمع جوڑ کی فکر میں تمام عمر وہ بے سکون رہتا ہے۔ مگر افسوس! یہ راز اُس پر پوری طرح آشکار نہیں ہو پاتا کہ سچی خوشی اور قلبی سکون جیسی نعمتیں تو تقسیم کرنے سے ملتی ہیں جمع کرنے سے نہیں۔ مال جمع کرنے سے تو چھن جانے کا خوف بڑھتا ہے۔ اور یہ ڈر آخر کار ایک انسان کو اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں پر ظلم کرنے کی طرف مائل کرتا ہے تاکہ دیگر لوگوں میں کبھی اتنی ہمت ہی پیدا نہ ہو کہ وہ اُس سے اُس کا مال و مقام چھیننے کے قابل ہو سکیں۔ ظالم بنیادی طور پر اپنے خوف کا اسیر ایک بزدل شخص ہی ہوتا ہے"

ایک مسجد کی آپ بیتی

آپ مجھے ہر گز وہ والی مسجد نہ سمجھیے گا جو اس دنیا میں خدا کا پہلا گھر تھا، جس کی تعمیر ایک خدا پرست اور حلم والے بندے اور اس کے فرزند نے دنیا کے ایک بے آب و گیا گوشے میں کی تھی اور جو مرجعِ خلائق ہے۔ کئی کروڑ فرزندانِ توحید جس کی طرف رخ کر کے خدا کی عبادت بجالاتے ہیں۔

آپ مجھے وہ مسجد بھی نہ سمجھیے گا جو مسلمانوں کا قبلہ اول، حضرت محمد ﷺ کے سفر معراج کا پہلا پڑاؤ تھی۔ جو مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں کے لیے یکساں مقدس اور متبرک ہے۔ جس کی تعمیر مختلف ادوار میں خدا کے برگزیدہ پیغمبروں، موسیٰ علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام اور رسول ﷺ کے پیارے ساتھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

آپ مجھے وہ مسجد بھی نہ سمجھیے گا جو ہجرتِ مدینہ کے بعد اس کائنات کی سب سے محترم ہستی حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے تعمیر فرمائی۔ میں وہ مسجد بھی نہیں ہوں جو دلوں کا کعبہ ہے۔ لاکھوں کروڑوں عشاق جس کی ایک جھلک دیکھنے کو ترستے ہیں۔ جسے یہ شرف حاصل ہے کہ رسولِ خدا میرے آقا ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے میری تعمیر فرمائی اور جہاں ساری دنیا اور اس کے مالک کے پیارے ﷺ کا روضہ ہے۔

میں ان مسجدوں میں سے کوئی مسجد نہیں، میں تو ایک عام سی مسجد ہوں۔ آپ کے شہروں، قصبوں، دیہاتوں، پنڈوں، چوراہوں، گلیوں، جھوکوں کی ایک عام سی مسجد۔ میرا نام مختلف نسبتوں سے بہت اعلیٰ اور اشرف ہوتا ہے۔ کہیں مسجدِ صدیقِ اکبر، کہیں مسجدِ بلال، کبھی مسجد غوثیہ، کبھی مسجد ذوالنورین اور اسی طرح کی عظیم ہستیوں کے پاک ناموں سے مجھے منسوب کیا جاتا ہے۔

لیکن میں تو وہ مسجد بھی نہیں ہوں کہ واصف علی واصف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب کا انتساب جس کے نام سے کیا تھا۔ بلکہ میں ایک گمنام گاؤں کی مسجد ہوں جس میں لاؤڈ سپیکر تک نہ ہو۔ میری تعمیر مخیّر حضرات اور صاحبِ ثروت لوگ کرتے ہیں۔ بعض اوقات میری بنیاد جس زمین پر رکھی جاتی ہے وہ زمین قبضہ کا ہوئی زمین ہوتی ہے۔ کسی حقدار کا حق مار کر یا حکومتی زمینوں پر قبضے کر کے میری تعمیر کا آغاز کیا جاتا ہے۔ چوری کی بجلی اور پانی میرے اندر استعمال کیا جاتا ہے۔ مجھے اللہ کا نام لے کر بنایا تو جاتا ہے لیکن میری تعمیر میں ہر وہ کام کیا جاتا ہے جو اللہ کے نام کے شایانِ شان نہیں ہوتا اور جس کے کرنے سے خود اللہ نے منع کیا ہوا ہے۔ مجھے تعمیر کرنے والوں کا سارا زور میری ظاہری سج دھج پر ہوتا ہے۔ انتہائی قیمتی پتھر میری تعمیر کے لیے استعمال کیے جاتے

ہیں۔ دیواروں پر مہنگی منقش ٹائلز استعمال کی جاتی ہیں، رنگ برنگ کے بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں جو بسا اوقات نمازیوں کی اپنے رب کے حضور یکسوئی میں خلل انداز ہوتے ہیں، بے جا زینت و گل کاریاں میرے اندر کی جاتی ہیں جس کا مقصد اپنی تعمیر کردہ مسجد کی دوسرے علاقوں کی مساجد پر برتری ثابت کرنا ہوتا ہے۔ میرے میناروں اور گنبدوں کو آس پڑوس میں سب سے اونچا کرنے کے لیے سارے علاقے کا چندہ ان پر صرف کر دیا جاتا ہے لیکن میں جس علاقے میں واقع ہوتی ہوں وہاں نہ جانے کتنے بچے بھوکے سوتے رہتے ہیں، کتنے غریب قرض کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں، عام زندگی کی کم ترین ضروریات روٹی، کپڑے اور مکان کو ترستے رہتے ہیں اور مجھے تعمیر کرنے والے بس میرا مینار اور گنبد ہی اونچا کرتے رہتے ہیں۔ عمدہ سے عمدہ قالین، عمدہ سے عمدہ فانوسوں سے مجھے مزیّن کیا جاتا ہے۔ اندر آنے والے لوگ میری سج دھج دیکھ کر عش عش کر اٹھتے ہیں۔ پر میرے اندر اب آتا بھی تو کوئی نہیں۔

سچے لوگوں کے زمانوں میں مسجدیں سادہ ہوتی تھیں مگر ان کے اندر نمازیوں کی بڑی تعداد موجود ہوتی تھی۔ اب میری تعمیر و تزئین تو بہت عالیشان ہے لیکن میرے اندر کوئی نہیں آتا۔ بس عید یا جمعہ کے دن ہوتے ہیں جب میں آباد ہوتی ہوں لیکن میرے اندر آنے والے اب پہلے کی طرح برابری کی سطح پر نہیں آتے۔ وہ اب اپنا نام، عہدہ، مرتبہ، جاہ و حشمت ساتھ لے کر آتے ہیں۔

نماز کی اوقات کے علاوہ باقی سارا دن اور رات مجھ پر تالا لگا رہتا ہے۔

کبھی میں مخلوق کا مرکز ہوا کرتی تھی۔ جسے کہیں ٹھکانہ نہ ملتا وہ میرے سینے پہ سر رکھ کر سو جایا کرتا۔ بس میں ایک جائے قرار تھی ہر پریشان حال کے لیے۔ لیکن اب سارا دن تالا پڑا رہتا ہے۔ مجھے بنانے والوں نے میرے اندر اتنی قیمتی چیزیں اکٹھی کر دی ہیں کہ اب ان کی چوری کے خوف سے وہ مجھے بہت پردے میں رکھتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کی نظروں سے بچا کر۔

مگر میرے اندر موجود ساری قیمتی چیزیں نکال دو اور مجھے اللہ کے بندے واپس کر دو۔ کبھی میں ایسے آباد ہوا کرتی تھی کہ ایک اسلام ہی کیا ہر مذہب کے ماننے والوں کو میرے اندر سکون ملتا تھا۔ اب زمانہ بدل گیا ہے اب تو سارے مسلمان بھی میرے اندر آنے سے کتراتے ہیں۔ میں جس فرقے یا مسلک سے منسوب ہوتی ہوں صرف اس سے تعلق رکھنے والے میرے اندر آتے ہیں اور ان کا وقت بھی میرے اندر زیادہ تر خدا کی عبادت اور مخلوق سے محبت میں نہیں بلکہ اپنے علاوہ ہر دوسرے مسلمان کو کافر، مشرک، منافق ثابت کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ میں تو اللہ کے گھر کی ایک شاخ تھی، بیت اللہ کی بیٹی تھی، اللہ کے بندوں کا جائے سکون، جائے عافیت تھی لیکن اب میرا منظر کچھ اس قسم کا ہے۔ انتہائی عالیشان محل کی طرح کی ایک عمارت جس کے اندر قیمتی ساز و سامان ہے، کافر کافر کی صدائیں ہیں اور باہر دروازے پر تالا ہے۔

ہنسی گھر

☆ گھر پر کوئی نہیں تھا دودھ والے نے گھنٹی بجائی اندر سے طوطے کی آواز آئی: "کون ہے؟"۔ دودھ والے نے کہا: "دودھ والا"۔ طوطے نے پھر پوچھا: "کون ہے؟"۔ دودھ والے نے پھر جواب دیا: "دودھ والا"۔ آخر بار بار ایک ہی سوال سے تنگ آکر دودھ والے نے پوچھا: "آخر تم کون ہو؟"۔ طوطے نے کہا: "دودھ والا"۔

☆ "ایک لڑکی نے دوسری لڑکی سے کہا میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ جب تک 25 سال کی نہیں ہو جاؤں گی شادی نہیں کروں گی۔ دوسری لڑکی بولی میں نے فیصلہ کر لیا ہے جب تک میری شادی نہیں ہو گی 25 سال کی نہیں ہوں گی۔"

☆ پہلا طالب علم: "مجھے انگریزی کے پروفیسر بہت پسند ہیں' اس کی عادت بھی کیا خوب ہے۔" دوسرا طالب علم: (حیران ہو کر) "وہ کیا؟" پہلا طالب علم: "وہ کلاس میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے کلاس سے مجھے باہر نکال دیتے ہیں۔"

☆ ایک راہ گیر: میرا خیال ہے کہ میں نے پہلے بھی کہیں آپ کا چہرہ دیکھا ہے۔ دوسرا راہ گیر: آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ میں اپنا چہرہ اپنے ساتھ رکھتا ہوں.

☆ کسی نے مچھروں سے پوچھا۔ "کیا وجہ ہے کہ آپ صرف سردیوں میں آتے ہیں۔ گرمیوں میں کیوں نہیں آتے؟" ایک معمر مچھر نے جواب دیا۔ "سردیوں میں ہماری کونسی عزت افزائی ہوتی ہے جو ہم گرمیوں میں بھی آجائیں۔"

☆ آج میری ساس آرہی ہے دو ہفتے قیام کرنے کا ارادہ ہے... مالک نے نوکر کو بتاتے ہوئے ساس کی پسند کے کھانوں کی فہرست تھما دی۔ 'جی! میں سمجھ گیا۔ آج ہی سے اس فہرست کے مطابق عمل ہو گا..."نوکر مستعدی سے بولا۔ "کیسا عمل؟" "یہی کہ اس فہرست کے مطابق کھانے تیار کیا کروں گا۔" "بے وقوف! اگر اس فہرست میں سے ایک بھی کھانا پکا تو میں تمہیں نوکری سے نکال دوں گا۔"

☆ استاد (شاگرد سے): "غسل میں کتنے فرض ہوتے ہیں" شاگرد: "سر! تین فرض ہوتے ہیں"۔ استاد: "کون کون سے"۔ شاگرد: "تولیہ' صابن اور پانی"۔

بوجھو تو جانیں

☆ ایک گھوڑا ایسا جس کی چھ ٹانگیں دو سر
اور تماشا ایسا دیکھا پیٹھ کے اوپر دم

☆ شیشے کا گھر، لوہے کا در
مٹکا سا پیٹ، چھوٹا سا سر

☆ جس نے بھی وہ ساز بجایا
خود نہ سنا دوسروں کو سنایا

☆ سب کے ساتھ وہ چلتا جائے
کوئی پکڑ کر اسے دکھائے

☆ ہری ہری پانی میں گھولی
لال بنی جب مٹھی کھولی

☆ ایک سینگ کی ایسی گائے، جتنا ڈالو، اتنا ہی کھائے
کھاتے کھاتے گانا گائے، پیٹ نہیں اس کا بھر پائے

☆ ایک قلعہ میں برج ہزار
ہر برج میں پہرے دار
کیسا عجب قلعہ بنایا
نہ مٹی، نہ چونا لگایا

☆ لاتیں کھائے بھاگی جائے
بھاگی جائے، دوڑی آئے
چلتی ہے بس لاتیں کھا کر
ڈنڈوں سے کب چلنے پائے

جوابات

۱:ترازو ۲:بلب ۳:خراٹے ۴:سایہ

۵ :مہندی ۶:چکی ۷:شہد کا چھتہ

۸:سائیکل

گھریلوٹوٹکے

گڑ
کے فائدے
گڑ کی خوبیوں کی بات کی جائے تو اس کی سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ گڑ سے پیٹ سے جڑے مسئلے ختم ہو جاتے ہیں اگر آپ گیس یا تزابیت سے پریشان ہیں تو کھانے کے بعد تھوڑا سا گڑ ضرور کھائیں اسے کھانے سے یہ دونوں مسئلے ختم ہوتے ہیں
تھکاوٹ مٹانے کے لئے گڑ کا استعمال بہت فائدہ مند ہے اس کے لیے آپ روز گڑ کا استعمال کیجئے اگر آپ پر کام کا بہت بوجھ ہوتا ہے اور آپ جلدی تھکنے لگتے ہیں تو آپ اسے ضرور کھائیے
اگر آپ کو بھوک نہیں لگتی یا بھوک لگنے پر بھی کھانا نہیں کھایا جاتا ہے تو ایسے میں گڑ کا استعمال کیجیے اس کے لئے آپ دن میں کم از کم تین بار گڑ کھائیے اور اس کے استعمال سے آپ ٹھیک طریقے سے کھانا کھا سکیں گے اور آپ کی صحت بھی اچھی رہے گی
اور اگر آپ میں خون کی کمی ہے تو آپ روز گڑ کا استعمال کریں جس سے آپ کو بہت فائدہ ملے گا اور جسم میں خون بھی بڑھے گا
گڑ آپ کے بلڈ پریشر کو کنٹرول میں رکھتا ہے جن کو بہت زیادہ بلڈ پریشر ہوتا ہو وہ لوگ گڑ کا استعمال ضرور کریں

منقی کیا ہوتا ہے؟
بڑا انگور جو دانے دار بھی کہلاتا ہے جب بیل پر ہی پک کر سوکھ جائے تو اسے منقی کہا جاتا ہے
قبض ہونے کی صورت میں منقی 24 گھنٹے کیلئے پانی میں بھگو کر رکھ دیں اور صبح نہار منہ پانی پی لیں اور بچا ہوا منقی کھا لیں، یہ عمل قبض ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

ہچکی کا آسان حل
ہچکی کی اکثر وجہ معدہ کی خشکی ہوتی ہے اس کیلئے یہ نسخہ بہت کارآمد ہے۔
ھوالشافی:
کلونجی 3 گرام، مکھن حسب ضرورت
کلونجی کو باریک پیس کر مکھن ملا کر کھانے سے ہچکی رک جاتی ہے۔

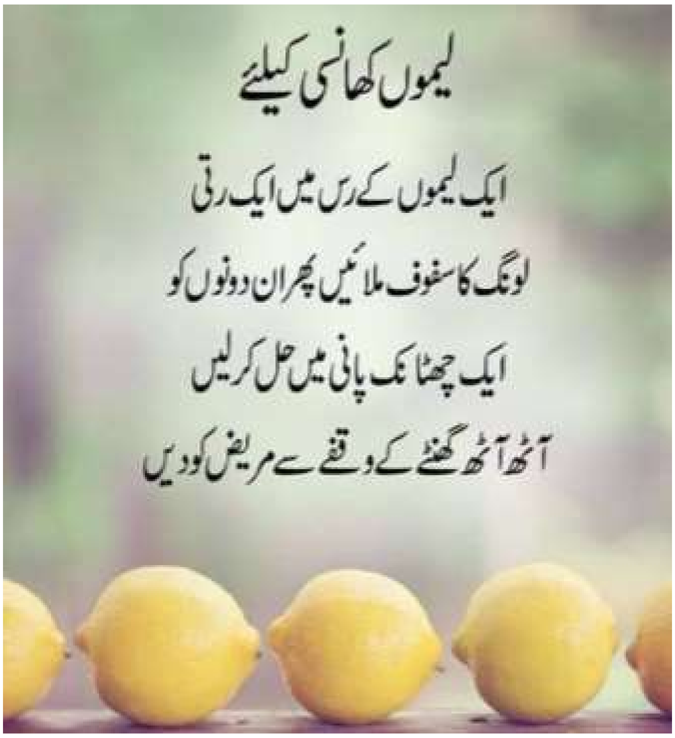
لیموں کھانسی کیلئے
ایک لیموں کے رس میں ایک رتی
لونگ کا سفوف ملائیں پھر ان دونوں کو
ایک چھٹانک پانی میں حل کر لیں
آٹھ آٹھ گھنٹے کے وقفے سے مریض کو دیں

کھانا خزانہ

بگھارے بینگن

اجزاء:

- تازہ گول بینگن: 1 کلو
- تل: 2 کھانے کے چمچ
- مونگ پھلی: 2 کھانے کے چمچ
- پسا کھوپرا: 2 کھانے کے چمچ
- پسا دھنیا: 2 کھانے کے چمچ
- پسا زیرہ: 1 کھانے کا چمچ
- لہسن کا پیسٹ: 1 کھانے کا چمچ
- پسی لال مرچ: 2 کھانے کے چمچ
- ہلدی: 1/2 چائے کا چمچ
- نمک: 1-1/2 چائے کا چمچ
- املی کا گودا: 1/2 کپ
- تیل: 1-1/2 کپ

بگھار کے اجزاء:

- کڑی پتے: 20 عدد
- گول لال مرچ: 8-10 عدد
- رائی: 1/2 چائے کا چمچ
- میتھی دانہ: 1/2 چائے کا چمچ
- کلونجی: 1/2 چائے کا چمچ
- سفید زیرہ: 1 چائے کا چمچ

ترکیب:

☆1-1/2 کپ تیل گرم کرکے اس میں 20 عدد کڑی پتے، 8-10 عدد گول لال مرچ، 1/2 چائے کا چمچ رائی، 1/2 چائے کا چمچ میتھی دانہ، 1/2 چائے کا چمچ کلونجی اور 1 چائے کا چمچ سفید زیرہ فرائی کریں۔

☆اب اس میں 2 کھانے کے چمچ تل، 2 کھانے کے چمچ مونگ پھلی، 2 کھانے کے چمچ پسا کھوپرا، 2 کھانے کے چمچ پسا دھنیا، 1 کھانے کا چمچ پسا زیرہ، 1 کھانے کا چمچ لہسن کا پیسٹ، 2 کھانے کے چمچ پسی لال مرچ، 1/2 چائے کا چمچ ہلدی اور 1-1/2 چائے کا چمچ نمک کو 1/4 کپ پانی کے ساتھ اچھی طرح فرائی کرلیں۔

☆پھر اس میں 1 کلو تازہ گول بینگن کو مزید 1/2 کپ پانی کے ساتھ ڈال کر ڈھکیں اور پکائیں، یہاں تک کہ وہ تقریباً تیار ہو جائے۔

☆اس کے بعد 1/2 کپ املی کا گودا شامل کرکے دم پر 10 منٹ رکھیں اور نکال لیں۔

تندوری قیمہ پراٹھا

اجزاء:

میدہ	1 کپ
آٹا	1 کپ
نمک	1/2 چائے کا چمچہ
مکھن	1 کھانے کا چمچہ

قیمے کے اجزاء:

قیمہ	250 گرام
باریک کٹی پیاز	1 عدد
کٹی ادرک	2 چائے کے چمچے
نمک	1 چائے کا چمچہ
دھنیا	1 چائے کا چمچہ
کُٹی لال مرچ	1 چائے کا چمچہ
گرم مصالحہ	1/2 چائے کا چمچہ
کٹی ہری مرچ	2 عدد چمچہ
کٹا ہرا دھنیا	1 کھانے کا چمچہ
قصوری میتھی	1 چائے کا چمچہ
مکھن	1 کھانے کا

ترکیب:

ڈو بنانے کے لئے 1 کپ میدہ اور 1/2 چائے کا چمچہ نمک چھان کر اس میں 1 کھانے کا چمچہ گھی ڈالیں اور پانی کے ساتھ درمیانی ڈو گوندھ لیں۔ اب اسے 30 منٹ کے لئے ایک طرف رکھ دیں۔

فلنگ کے لئے ایک عدد باریک کٹی پیاز فرائی کریں، یہاں تک کہ وہ لائٹ براؤن ہو جائے۔

اب اسے 250 گرام قیمہ، 2 چائے کے چمچے کٹی ادرک، 1 چائے کا چمچہ نمک، 1 چائے کا چمچہ دھنیا، 1 چائے کا چمچہ کُٹی لال مرچ، اور 1/2 چائے کا چمچہ گرم مصالحہ ڈالیں اور ڈھک کر 10 منٹ کے لئے پکا لیں۔

پھر اس میں 2 عدد کٹی ہری مرچ اور 1 کھانے کا چمچہ کٹا ہرا دھنیا شامل کر کے اچھی طرح فرائی کر لیں اور نکال لیں۔

اب ڈو کو 6 برابر کے حصوں میں تقسیم کر کے بالز کی شکل دیں۔

پھر ہر پیڑے کو دبا کر بیلیں اور 1 کھانے کا چمچہ گھی لگا کر اس پر قیمے کی فلنگ ڈال دیں۔

اب اسے درمیان سے کٹ لگائیں اور کون کی طرح فولڈ کر لیں۔

پھر اسے دبا کر توے پر گھی کے ساتھ فرائی کر لیں اور چاہیں تو 20 منٹ کے لئے 180c پر بیک کر لیں۔ تندوری قیمہ پراٹھا تیار ہے۔

Suchmuch.Pk

بیت بازی

ع زندگی ہم ترے داغوں سے رہے شرمندہ
اور تو ہے کہ سدا آئنہ خانے مانگ

ع ہیں لاکھوں روگ زمانے میں، کیوں عشق ہے رسوا بیچارا
ہیں اور بھی وجہیں وحشت کی، انسان کو رکھتیں دکھیارا

ع خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتداء کیا ھے
کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں، میری انتہا کیا ھے

ع سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا
ہر منزل میں اب ساتھ تیرے یہ جیتا ڈیرا ڈانڈا ہے

ع میرے چھوٹے سے گھر کو یہ کس کی نظر، اے خدا! لگ گئی
کیسی کیسی، دعاؤں کے ہوتے ہوئے بد دعا لگ گئی

؏اس درد کی دنیا سے گزر کیوں نہیں جاتے
یہ لوگ بھی کیا لوگ ہیں مر کیوں نہیں جاتے

؏ کسی کی آنکھ جو پر نم نہیں ہے
نہ سمجھو یہ کہ اس کو غم نہیں ہے

؏ ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے، مگر کوئی عناں گیر بھی تھا

؏ تم پر شرطِ خاموشی بھی اس نے ناگہاں رکھ دی
کہ اک تلوار اپنے اور، میرے درمیاں رکھ دی

؏وہ ایک چہرے پہ بکھرے عجب عجب سے خیال
میں سوچتا تو وہ غم میرے اختیار میں تھے

مسنون اذکار

Three Ashras of Ramadan and their duas

1. First Ashra – Days of Mercy

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ

O! My Lord forgive and have Mercy and You are the Best of Merciful.

2. Second Ashra – Days of forgiveness

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْۢبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ،

"I seek forgiveness from Allah, my Lord, from every sin Icommitted"

3. Third Ashra – Days of Seeking Refuge

اَللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ

"O Allah! Save me from the Hell – Fire."

Copyright © QuranReading.com - All Rights Reserved.

چھینکنے کی دعائیں

جب چھینک آئے تو کہیں:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ"

ترجمہ: "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔"

اور جب چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو سننے والے جواب میں کہیں:

"یَرْحَمُكَ اللّٰہُ"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔"

پھر چھینکنے والا جواب میں یہ دعا دے:

"یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے۔"

صحیح البخاری، الرقم: ۶۲۲۴